بخاری کی ایک روایت کی کوکھ سے جنم لینے والے شبہات کا علمی محاسبہ اور تحقیقی تجزیہ

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر

اِلزامِ خودکشی!...

کیا غلط کیا صحیح

تالیف

مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

ناشر

جامعہ اہل سنت صادق العلوم، ناسک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا یہ سچ ہے کہ وحی رُک جانے کے زمانے میں معصومِ آمنہ، معلم اِنسانیت، سیدالانبیاء والمرسلین ﷺ خودکشی کے لیے پہاڑوں کا رُخ فرمایا کرتے تھے؟.
ہرگز نہیں! ورق اُلٹیے اور حقائق کا مشاہدہ کیجیے۔

مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ پر الزامِ خودکشی!......

کیا غلط کیا صحیح

-: از :-

محمد افروز قادری چریاکوٹی
جامعۃ المصطفیٰ، دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

بِأبِي أنتَ و أمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيکَ أيُّهَا النَّبِيُّ الأمِّيُّ

تفصیلات

کتاب : مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ پر اِلزام خودکشی!......

{ایک علمی محاسبہ اور تحقیقی تجزیہ}

موضوع : دفاعِ حدیث وعظمت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم.

ترتیب : ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی..................

پروفیسر: دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

پرنسپل: جامعۃ المصطفیٰ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

afrozqadri@gmail.com

نظرثانی : سماحۃ الفضیلۃ الشیخ محمد عبد المبین النعمانی القادری -دامت برکاتہ-

تحریک : محبّ گرامی قدر حضرت علامہ سید رضوان احمد رفاعی -حفظہ اللہ ورعاہ-

صفحات : اَڑسٹھ (۶۸)

اشاعت : ۲۰۱۳ء - ۱۴۳۴ھ

تقسیم کار : شاہ صادق اکیڈمی ، ناسک شریف

o رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إنَّکَ أنْتَ السَّمِيْعُ العَلِيْمُ o

شرف انتساب

بصد اِحترام

فدایانِ ناموسِ خیرالانام ﷺ
کے نام

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں' دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں!

-: عقیدت کیش :-
محمد افروز قادری چریاکوٹی

فہرست مضامین

میری باتیں

[مجھے ہے حکم اَذاں]

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیک یا رحمۃً للعٰالمین وعلیٰ آلک وأصحابک أجمین . أما بعد !

وہ کمالِ حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اللہ ربّ العزت نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مجموعۂ کمالات اور شاہ کارِ جہاں بنا کر اِس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ تاجدارِ کائنات ﷺ فضل وشرف کی ہر خوبی سے متصف اور عیب ونقص کی ہر نسبت سے کلیتًا پاک ومبرا ہیں۔ اس حسنِ بے مثال میں عیب جوئی کرنے والا اور اس شاہکارِ تخلیق میں کجی ڈھونڈنے والا کوئی نامراد اور کور بخت ہی ہوسکتا ہے؛ ورنہ جس کی صداقت واَمانت کی قسمیں اُٹھائی جائیں، جس کے وسیلے سے فتح وکامرانی کی دعائیں مانگی جائیں، جس کی ناموس پر گردنیں لٹادی جائیں، جس کے عہد سعادت مہد اور جس کی حیاتِ پاک کے لمحے لمحے کی رب قسمیں اُٹھائے بھلا اس کی عبقری شخصیت میں بھی کہیں انگلی رکھنے کی گنجائش ہوسکتی ہے!۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ مستشرقین اور آقایانِ مغرب کے اِشارۂ اَبرو پر سطحی علم کے حامل، تنگ نظر اور کم فہم مدعیانِ اسلام نے گزشتہ کوئی دو صدیوں سے مسلمانوں کو ایک کرب آثار اَلمیے سے دوچار کررکھا ہے۔ وہ عقائد جو قرنِ اَوّل سے متّفق علیہ تھے اور وہ معمولات جن پر چودہ صدیوں سے مسلمانوں کے سوادِ اعظم کا تعامل چلا آرہا تھا، انھیں محل نزاع بنا کر انھوں نے اہل اسلام کو فکر وعمل کے اِنتشار اور بکھراؤ میں مبتلا کردیا ہے۔

ان کی سب سے پُر خطر اور غارت گرِ ایمان کوشش یہی رہی ہے کہ رحمت دوعالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ کو کم سے کم کر کے بیان کیا جائے، اور آفتابِ نبوت میں دھندھلکے تلاش کیے جائیں؛ گویا حضور تاجدارِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات وخصائص کی روایات پر جرح وتنقید کرنا، یا اُن پر پردہ ڈالنا شاید اُن کے نزدیک توحید پرستی کے لوازمات میں سے ہے۔

یاد رہے کہ عقیدۂ صالحہ ایک مومن کی زندگی کا سب سے قیمتی اَثاثہ ہے جس کی حفاظت بہر قیمت واجبی ہے۔عقیدہ واِیمان میں چونکہ چولی دامن کا رشتہ ہے،اور ایمان کی خیر عقیدے کی خیر سے وابستہ ہے؛ لہٰذا اہل ایمان کے لیے اپنے عقیدے کا تحفظ کتنی اہمیت رکھتا ہے، یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

عالم اِسلام میں بالعموم اور برصغیر ہندوپاک میں بالخصوص مسلکی تنازعات اور باہمی مذہبی منافرت نے مسلمانوں کی اِجتماعی قوت کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا وہ کسی ذی شعور شخص سے مخفی نہیں۔شومیِ قسمت کہ اُمت جن مسائل میں اُلجھ چکی ہے اُن میں سے بیشتر کا تعلق اِعتقادی اختلافات کے ساتھ ہے؛ اس لیے اس محاذ پر نہایت سنجیدگی اور دیانت سے کام کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔اِس کتاب کو حیطۂ تحریر میں لانے کا باعث دراصل یہی اِحساسِ دردمندی بنا ہے۔

ذرا سوچیں کہ توسل و اِستغاثہ، سماعِ موتیٰ، زیارتِ قبور، ایصالِ ثواب، آثار و تبرکات، نذرونیاز، اور کراماتِ اولیا وغیرہ کے اِنکار کے شگوفے کیا کم تھے کہ اب ایک اور شگوفہ کھلا دیا گیا کہ مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فترۂ وحی کے زمانے میں بار بار خودکو پہاڑ کی چوٹیوں پر لے جا کر نیچے گرا دینا چاہتے تھے،اور حوالے میں بخاری کی روایت رکھ دی جاتی ہے کہ یہ واقعہ 'اصح الکتب بعد کتاب اللہ' میں وارد ہوا ہے۔

حالانکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ صدیوں کے تواتر سے اُمت مسلمہ مذکورۃ الصدر سارے اَعمال ومعمولات بلانکیر کرتی چلی آرہی ہے۔ان میں کیڑے تلاشنے کا عمل بس یہی کوئی پونے دوصدی قبل سے بدعتیوں اور خوارجیوں نے شروع کر رکھا ہے۔یوں ہی

عصمت انبیا کا مسئلہ بھی اہل سنت و جماعت کے نزدیک کبھی بھی متنازع فیہ نہیں رہا؛ لیکن اب تنقیص رسالت کا جذبۂ ناہنجار عصمت انبیا خصوصاً عصمت سید الانبیاء ﷺ کی فصیل پر شب خون مارنے کے لیے پیچ وتاب کھا رہا ہے۔ -الامان والحفیظ-

خیر! مذکورہ روایت میں کتنا دم ہے اور اس حدیث کا کیا مفاد ہے وہ آنے والی سطروں میں آپ بس ملاحظہ کرنے ہی والے ہیں۔ میرے دیرینہ رفیق علامہ رضوان احمد رفاعی نے مجھ کم سواد سے اس نازک موضوع پر خامہ فرسائی کا اِصرار کیا کہ ہمارے علاقے میں اس موضوع پر گرما گرم بحثیں ہورہی ہیں، دشمنانِ دین اسٹیجوں پر بانگ دہل اس روایت کو بیان کررہے ہیں اور تنقیص رسالت کی آڑ میں اپنے جذبۂ خبث باطنی کو تسکین دے رہے ہیں؛ اور ادھر متداول کسی کتاب میں اس موضوع پر خاطر خواہ کوئی بحث بھی نظر نہیں آرہی۔

پھر کیا ہوا کہ اِذن الٰہی، کرم رسالت پناہی اور اِمداد اہل اللّٰہی میرے شامل حال ہوئے اور میں نے یہ چند سطریں عقیدۂ اہل سنت کے دفاع میں قلم برداشتہ لکھ دیں۔ اب اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ملی ہے اس کا فیصلہ قارئین با تمکین فرمائیں گے۔

شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ غریب نواز مولانا اِفتخار احمد قادری مصباحی -دامت برکاتہم العالیہ- سابق شیخ الادب الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور نے اپنی کتاب 'عصمت انبیا' میں اس پر عمدہ بحث فرمائی ہے، انھیں سے اِستفادہ کرتے ہوئے نیز بہت سے مفید اِضافے کرکے یہ کتاب معرضِ وجود میں لائی گئی؛ تاکہ موضوع کے تمام گوشوں کا اِحاطہ کیا جاسکے۔ اخیر میں بطورِ ضمیمہ اُن دو آیتوں پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے جو اس روایت کے ضمن میں بلکہ اس کی تائید وتوثیق میں بہادر مخالفین کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں۔

اِس موقع پر مرشد گرامی قدر علامہ مفتی محمد عبدالمبین نعمانی قادری -دامت برکاتہم العالیہ- کا بطورِ خاص ممنونِ احسان ہوں کہ میری جملہ قلمی خدمات کی تصحیح وتصویب کی طرح قبلہ حضور نے اس تحریر کو بھی دیکھنے میں اپنا خاصا وقت لگایا اور قیمتی مشوروں سے نوازا۔

'کس منہ سے شکر کیجے ان الطافِ خاص کا' کہ کئی ایک جید ازہری علما نے اس تحقیق کو

حرفاً حرفاً ملاحظہ کر کے نہ صرف اس کی تحسین فرمائی بلکہ بعض نے اپنی گراں قدر تقاریظ سے بھی نوازا جو کتاب کی ثقاہت اور صاحب کتاب کے اِعزاز میں اِضافے کا باعث بنیں۔ مثلاً محقق عصر، اَدیب لبیب شیخ اُسید الحق عاصم القادری الازہری، معالی الدکتور صاحبزادہ علامہ ممتاز احمد سدیدی الازہری، الداعی الکبیر فقیہ النفس مفتی سید محمد انصار الکریم الازہری، شیخ مفتی سید محمد ہارون الازہری، وعلیٰ رؤوسہم اُستاذ العلما، رئیس التحریر، آبروے رضویت، محقق اہل سنت مفتی محمد صدیق ہزاروی الازہری—حفظهم الله تعالیٰ ورعاهم— ۔

موضوعِ زیر بحث کو پایۂ ثقاہت بخشنے کی غرض سے خاص اس کتاب کے لیے زیادہ سے زیادہ علما و مشائخ اور اَرباب فقہ و دانش کی تقاریظ و آرا حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اخیر میں رفیق گرامی وقار محمد ثاقب رضا قادری نعمانی کے خصوصی شکریہ کے ساتھ لاہور کے معروف مدرسہ فاروق اعظم کے ناظم اعلیٰ قاری محمد سلیمان سیالوی -مدظلہ العالی- کا بھی شکر گزار ہوں کہ جن کے فراہم کردہ حوالوں سے کتاب مزید باوزن ہوگئی ہے۔

یقیناً ناسپاسی ہوگی اگر اس ذیل میں فاضلِ نوجوان مکرمی علامہ سید رضوان احمد رفاعی -زید علمہ وجہدہٗ- کو نہ سراہوں جن کی تحریک و تشجیع مجھ ہیچ مداں و ناکارۂ جہاں کو کسی نہ کسی علمی و تحقیقی کام کے لیے مہمیز کرتی ہی رہتی ہے۔ اور میں 'خیالِ خاطر احباب' کے پاس و لحاظ میں کچھ نہ کچھ کر دیا کرتا ہوں۔ یہ کتاب بھی دراصل انھیں کے ایک اِرشاد کی تکمیل ہے۔

خدا کرے اس تحریر سے موضوعِ زیر بحث پر لگائی گئی آگ بجھے، اور عظمت رسالت مآب ﷺ پر اُٹھائے گئے اعتراض کی ناک خاک آلود ہو۔ دعا ہے کہ پروردگار اس کتاب کے ذریعہ اہل سنت کا بول بالا اور معاندین کا منہ کالا کرے۔ اور اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی رضا کے کام کرنے کی توفیق ہمارے رفیق حال فرمادے۔ آمین یارب العالمین۔

خادم العلم والعلماء

محمد افروز قادری چریاکوٹی

بروز پیر، ۱۶ر ستمبر ۲۰۱۳ء......۱۱ر ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ ...... جامعۃ المصطفیٰ، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

صدائے رضواں

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید کا ایک ایک حرف لاریب و بے عیب ہے، بعینہٖ اسی طرح سیرت مصطفیٰ ﷺ کا ہر ہر پیغمبرانہ لحہ بھی بے داغ و بے عیب ہے۔ آقائے دوجہاں ﷺ کا اُسوۂ حسنہ اِنسانیت کے لیے اخلاقی کمال کا ابدی نمونہ اور اسلام کی حقانیت کی دلیل اتم ہے، اور ستم زدہ بشریت کی فلاح و بہبود کے لیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن مجید کی عملی صورت کا دوسرا نام سیرت مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اسی لیے تو مادرِ مومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ خُلُقُهُ القرآن۔

خالق دوجہاں نے علمی واَخلاقی برتری کے ہر اعلی سے اعلی نمونہ کو پیکر نبوت و رسالت میں سمو کر اپنے بندوں کو حکم فرمایا کہ انسانی اقدار کے کمال کی ہر بلندی کو میرے محبوب کی دہلیز سے حاصل کرو۔ میں نے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے لیے نمونۂ عمل بنا کر مبعوث کیا ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ o (سورۂ اَحزاب:۲۱/۳۳)

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی پاکیزہ زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔

آمدم برسر مطلب: تعلقہ کھیڑ ضلع رتنا گیری (کوکن) کے کرجی نامی قصبہ کے ہائی اسکول میں فیروز فاؤنڈیشن کی طرف سے مقرر کردہ شعبۂ دینیات کے غیر مقلد عالم نے سیرت النبی ﷺ پر گفتگو کرتے وقت دورانِ تقریر یہ شوشہ چھوڑا کہ نبی کریم ﷺ نے انقطاعِ وحی کے زمانہ میں متعدد مرتبہ خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

اِس غیر متوقع گفتگو پر سامعین میں ہلچل مچ گئی، اور سعید روحوں پر لرزہ طاری ہوگیا کہ نبی آخرالزماں ﷺ پر اِس قدر رکیک اور گھناؤنا اِلزام، خودکشی!۔

سوچنے کی بات ہے کہ وہ نبی جن کی پاکیزہ سیرت وکردار سے رشد وہدایت نے اپنی زلف برہم سنواری ہو اور جن کے اخلاقِ کریمہ کی عظمت کا خطبہ' خالق کائنات نے پڑھا ہو: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ . جو خلاقِ جہاں کی تخلیق کا سب سے عظیم شاہکار ہو، جو نبی یہ فرمارہے ہوں :

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الأخْلاقِ o

یعنی میری بعثت کا مقصد ہی اَخلاقی قدروں کی تکمیل ہے۔

جس نبی نے اِنسانی جان کی قدر و قیمت کو امانت خداوندی سے تعبیر کیا ہو اور اُمت کو یہ بتایا ہو کہ تمہارے بدن کا ایک ایک عضوٗ خدا کی امانت ہے۔اگر کوئی اپنے وجود کو مرضیِ مولٰی کے خلاف گناہوں کے دلدل میں ڈال دے تو یہ امانت خداوندی میں خیانت ہوگی اور بازارِ حشر میں جسم کا پرزہ پرزہ ہمارے ہی خلاف گواہی دے گا :

الْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ o (سورۂ یٰس)

نیز اس گناہ کی نوعیت وسنگینی اور نحوست بھی دیگر گناہوں سے کس قدر مختلف ہے کہ جس میں قضا' اپنے حرماں نصیب راہی کو توبہ کی فرصت و مہلت بھی نہیں دیتی۔خودکشی کرنے والا خداے بزرگ وبرتر کی شانِ کریمی کا اور زندگی براے بندگی کا عملی طور پر نہ صرف منکر و باغی ہوتا ہے بلکہ وہ اپنی کم ہمتی اور بزدلی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

بخدا میں نے ایک غیر مسلم بھنگی اور چمار سے خودکشی کے بارے میں سوال کیا؟ تو اس نے برجستہ کہا کہ مولوی صاحب! یہ تو پاپ ہے۔یا للعجب ! . مقامِ غور ہے کہ خودکشی جیسے فعل شنیع کی قباحت' غیر مسلم بھنگی وچمار کی بھی سمجھ میں آجاے؛ مگر جانِ دوعالم ﷺ کا کلمہ پڑھنے والا ایک نام نہاد اُمتی' اس پیغمبر عظمت ﷺ کی طرف فعل حرام کی نسبت کرتا ہے جن سے بہتر اِنسان خالق کائنات نے پیدا ہی نہ کیا!۔

رحمت دو جہاں ﷺ کو ٹوٹ کر چاہنے والا ہر اُمتی ہمیں بتائے کہ رسول باوقار ﷺ کی ذاتِ گرامی سے خودکشی کا اِنتساب کرنا، ماہتاب رسالت کی توہین وتنقیص ہے یا تعریف وتوصیف؟ سچ فرمایا ہے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے ۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی

نجدیوں کلمہ پڑھانے کا بھی اِحسان گیا!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں خودکشی وقتل نفس کی حرمت پر صراحۃً نص بیان فرمائی ہے۔ اِرشاد ربانی ہے :

وَلاَ تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا o

اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو بے شک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

من تردی من جبل فقتل نفسه فهو يتردی فی نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابدا . (متفق علیہ)

شیخ الازہر، شیخ الاسلام ابراہیم الباجوری الشافعی عصمت انبیا کے بارے میں اجماعِ امت کو یوں بیان فرماتے ہیں :

اُمت پر واجب ہے کہ وہ انبیاے کرام اور رسولانِ عظام کے بارے میں عقیدۂ امانت رکھے۔ امانت سے مراد کیا ہے؟ امانت سے مراد عدم خیانت ہے۔ اور خیانت کا مطلب ہے فعل حرام یا فعل مکروہ کا ارتکاب کہ جس کی ممانعت وارد ہے۔ انبیاے کرام منہیاتِ ظاہرہ جیسے شراب خوری خودکشی وغیرہ اور منہیاتِ باطنہ جیسے حسد وریا وغیرہ گناہوں سے محفوظ ومامون ہوتے ہیں۔

بلکہ خلاف اولی امور کا بھی سواے اَمر تشریع کے ان سے صدور محال ہے :

إن العصمة ملكة نفسانية تمنع صاحبها الفجور، فتكون

الأمـانة عـلـى هذا هي حفظ ظواهرهم وبواطنهم عليه الصلاة و السلام من التلبس بمنهي عنه ولو بنهي كراهة وخلاف الاولى.

یہی وجہ ہے کہ ان کا ایمان ہر آن اور ہر لحظہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔وہ کسی بھی قسم کے نقص وعیب سے مبرہ ومنزہ ہوتے ہیں :

إن إيـمـان الأنبيـاء يـقبـل الـزيـادة دون الـنقص لوجوب العصمة الدائمة المانعة من النقص .

نیز انبیاے کرام قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہوتے ہیں :

الـمـعـتـمـد فی هذا ما قاله العلامة محمد بخيت المطيعي إنهم معصومون قبل النبوة وبعدها .

رہبر شریعت، پیر طریقت علامہ سید اشفاق قادری (سجادہ نشین خانقاہ قادریہ عالیہ، کردہ شریف) کے ذریعہ جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو معاً عزم مصمم کرلیا تھا کہ حق وصداقت کے چہرے پر جس غیر مقلد مسکین العلم مولوی نے خاک اڑائی ہے اور معصوم پیغمبر ﷺ کی عظمت وعصمت پر حملہ کیا ہے پہلی فرصت میں اس کا علمی تعاقب کیا جاے تا کہ مسلمان شاہراہِ تحقیق پر مزید ایمانی سکون واطمینان حاصل کریں اور انہیں اعترافِ حق میں کوئی دشواری نہ ہو، ساتھ ہی باغیانِ مصطفیٰ ﷺ یہ جان جائیں کہ عصمت انبیا پر حملہ آور کل بھی دھواں دھواں تھے اور آج بھی ذلیل وخوار ہیں۔

برسبیل تذکرہ یہاں اس بے غبار حقیقت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض اراکین اسکول اور پیرنٹس کی روشن خیالی پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ہماری مساجد اور دانش کدوں میں دینیات کے نام پر طلبہ کو یہ سب کچھ پڑھایا جارہا ہے؛ مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی !۔اگر قوم کا یہی حال رہا تو نہ معلوم انجامِ گلستاں کیا ہوگا !!۔

---

(۱) حاشیۃ الباجوری علی جوہرۃ التوحید۔

اخیر میں علامہ محمد افروز قادری چریاکوٹی کے ایثار وخلوص اوران کے حیدری قلم کی برق باری کے ہم مشکور وممنون ہیں جنھوں نے ہماری گذارش پر لبیک اَنا لبیک کی صدا بلند کی اور مصروف تر ہونے کے باوجود' آناً فاناً ایک ہفتہ کی قلیل مدت میں حزبِ مخالف کے دلائل کا علمی مواخذہ کرتے ہوے حق وصداقت کے چہرہ کونکھار کرر کھ دیا۔اس کم عمری میں قلم کی یہ جولانیاں !۔سچ ہے ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ☆ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اکابر علما کی تصدیقات نے کتاب کو آسمان کی بلندیاں عطا کردی ہیں۔ یقیناً عوام الناس ہی نہیں بلکہ علما، مدارس کے طلبہ اور دانشورانِ قوم وملت یکساں طور پر اس کتاب سے اپنی مذہبی معلومات میں اِضافہ کرکے اپنے قلب وروح کی جلا کا سامان کریں گے۔

علامہ موصوف ہی نے کبھی مجھ سے ذکر کیا کہ عصمت انبیا سے متعلق یہ عنوان نہ جانے کیوں تشنہ ہے، ہندوستان کی سرزمین پر غالباً اس عنوان پر اُردو زبان میں کچھ نہیں لکھا گیا۔یقیناً اُمت کی رہبری کے لیے اس موضوع پر لکھنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ بایں معنی اس خدمت کی اِمامت کا سہرہ علامہ ہی کے سر جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ علامہ کو پوری اُمت کی طرف سے جزاے خیر عطا فرمائے۔ ناسپاسی ہوگی اگر پیر طریقت علامہ سید اشفاق قادری شہزادہ حسامی کردوی کا بطورِ خاص ذکر نہ ہو کہ جنھوں نے تحریک کو کتاب کے بار اشاعت سے سبکدوش کیا۔رب تعالی جملہ معاونین کو دونوں جہاں کی سربلندیاں عطا فرمائے۔آمین یامعین۔

اَسیرِ غم مدینہ
سید رضوان رفاعی شافعی
صدر تحریک برکات امام شافعی کوکن، اُستاذ جامعہ اہل سنت صادق العلوم، ناسک
وخطیب وامام کوکنی پورہ مسجد، ناسک۔

حرفِ اعزاز

اُستاذ العلماء، محقق اہلسنّت، رئیس التحریر علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی ۔مدظلہ العالی۔
شیخ الحدیث: جامعہ ہجویریہ، دربارِ عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصمت انبیا ۔علیہم السلام۔ اہل اِسلام کا متفق علیہا عقیدہ ہے۔ اگر اس کے خلاف کوئی روایت یا کسی بڑے سے بڑے شخص کا قول سامنے آئے تو آنکھیں بند کر کے اُسے رد کیا جاسکتا ہے، یا اُس کی کوئی صحیح توجیح تلاش کی جاسکتی ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث جس میں اِنقطاعِ وحی کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے چینی کا عجیب وغریب اَنداز میں ذکر کیا گیا ہے اس پر جید علما نے گفتگو کی ہے، اور بتایا ہے کہ اِمام زہری کا یہ بلاغ قابل قبول نہیں ہے۔

علامہ محمد افروز قادری چریا کوٹی ۔زید مجدہ۔ نے اپنے مختصر مگر نہایت جامع رسالہ نافعہ میں بہت ہی تحقیقی بحث کی ہے۔ راقم نے اس رسالہ مبارکہ کا اوّل سے آخر تک مطالعہ کیا تو اسے نہایت مفید پایا اور اس کے ذریعہ علامہ چریا کوٹی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے عقیدت ومحبت نیز اُن کی علمی ودینی تحقیق نہایت وضاحت کے ساتھ سامنے آئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو اس انداز کے ایمانی جذبات سے بہرہ ور فرمائے، اور علامہ چریا کوٹی کی تحقیق اور تحریر میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ ۔آمین۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

محمد صدیق ہزاروی سعیدی الازہری

3-10-2013 – شیخ الحدیث: جامعہ ہجویریہ دربارِ عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ، لاہور

کلماتِ تبریک

علامہ جلیل محقق نبیل شیخ اَبو امامہ محمد زاہد البکری الصدیقی -دامت برکاتہم-
زیب سجادہ: خانقاہِ فتحیہ، گلہار شریف، کوٹلی آزاد جموں وکشمیر پاکستان

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین وبعد!

اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو جو کمالات اور خصائص عطا کیے اِنسانی کلمات اسے بیان نہیں کر سکتے؛ البتہ اگر اسے کلماتِ ربانی کے سائے میں بیان کیا جائے تو پھر مدح وستائش ممکن ہے۔

زیرِنظر کتاب 'مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ پر اِلزامِ خودکشی، کیا غلط کیا صحیح؟' مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی کی تحقیقات کا نچوڑ ہے۔اس میں انہوں نے امام بخاری علیہ الرحمہ کی امام زھری کی بلاغ کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔امام زھری کی اس بلاغ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اِرادۂ خودکشی کے کلمات ملتے ہیں۔نبوت کے لیے عصمت اور معجزہ کا وجود ضروری ہے؛ کیونکہ اس کے بغیر تعلیماتِ نبوت میں شک کا اِمکان ہوسکتا ہے؛ اس لیے فن حدیث میں سند اور متن کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے۔

مستشرقین کے تین بڑے اہداف ہیں: ایک قرآن، دوسرا صاحب قرآن حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور تیسرا حدیث۔ یہ مستشرقین ہر قسم کا حربہ اِستعمال کرتے ہیں جس سے اس تینوں میں شک پیدا کرسکیں۔امام زھری کی اس بلاغ میں شاید وہی ہدف حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔

الشیخ محمد افروز قادری صاحب نے بروقت اس فتنے کا قلع قمع کیا اور نقلی وعقلی دلائل سے اپنے موضوع وموقف کو خوبصورت انداز میں پیش کیا۔

شیخ کی خوبی یہ ہے کہ جہاں وہ متقدمین کا ذکر کرتے ہیں وہاں متاخرین کو بھی بیان کرتے ہیں مثلاً: وہ عصمت کی تعریف میں ' تاج العروس' سے علامہ زبیدی کے حوالہ کو بیان کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی عصر حاضر کی لغت کی مشہور کتاب 'المعجم الوسیط' سے بھی اِقتباس لاتے ہیں۔

اسی طرح 'مراسیل زہری' پر بحث کرتے ہوئے جہاں علامہ بدرالدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی، اور امام ذہبی کا ذکر کرتے ہیں وہیں پر متاخرین میں سے شیخ محمد صادق العرجون اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کا ذکر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کتاب میں تحقیق کے سارے معیارات پورے کیے گئے ہیں۔

فن حدیث میں سند اور متن پر بحث کی جاتی ہے۔ اگر حدیث' سند اور متن کے اِعتبار سے درست ہو تو اسے قبول کیا جاتا ہے؛ وگرنہ اسے رد کر دیا جاتا ہے۔ مصنف نے ہر دو اِعتبار سے امام زہری کی بلاغ پر بحث کی ہے اور فیصلہ اہل علم پر چھوڑ دیا ہے؛ لیکن اس کے ساتھ اپنی علمی رائے بھی بیان کر دی ہے؛ تا کہ اہل علم کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اَخ محمد ثاقب قادری -اطال اللہ عمرہٗ بتمامِ الصحۃ والعافیہ- کی خواہش میں یہ چند سطور تحریر کی گئی ہیں۔ اللہ رب العزت اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ بندہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں التجا گزار ہے کہ مصنف کی یہ کاوش شرفِ قبولیت حاصل کرے اور ان کا قلم عزت و ناموسِ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ آمین بجاہ حبیبہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

خویدم علم شریف......ابوامامہ محمد زاہد البکری الصدیقی

خانقاہ فتحیہ گلہار شریف، کوٹلی آزاد جموں وکشمیر پاکستان

التقریظ الجمیل

الفقيه الجليل و العالم النبيل سماحة الفضيلة الشيخ السيد محمَّد المرتضىٰ البومسهولي المغربي المالكي-حفظه الله-

بسم الله الرحمٰن الرحيم

اللّٰهم صل على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه صلاة تخرجنا بها من ظلمات الوهم، وتكرمنا بها بنور الفهم، وتوضح لنا بها ما أشكل حتى يفهم، إنک تعلم ولا نعلم، وأنت علام الغيوب، أما بعد !

فلقد جعل اللّٰه لدينه ورسله جنودا يدافعون عن الحق ما دام الليل يتعاقب مع النهار، [وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا هُوَ] ومن جنوده ورثة أنبيائه العلماء إذ قال فيهم البوصيري رحمه اللّٰه ۔

لم نخف بعد الضلال وفينا ❁ وارثوا نور هديک العلماء

ورسالتهم [أعني العلماء] أن يبينوا ويدافعوا وخصوصا كلما نزلت نازلة أو ظهرت فتنة . واليوم المعاصر نرى من يتنقص فی حق سيدنا وحبيبنا وقرة أعيننا محمَّد المصطفىٰ الأمين عليه وعلى آله أفضل الصلاة والتسليم، ومثلهم كمثل الذي ينثر التراب على السماء فيرجع التراب فوق رأسه وتبقى السماء صافية عالية لا تطاولها الرقاب ولا الأعناق .

لقد استبشرت خيرا لما أخبرنی مولانا محمد أفروز القادري بمؤلفه الجديد والذي أظهر فيه شجاعته [وصاحب الحق دائما يكون شجاعا] ليبين تلكم الشبهة ويزيلها عن خير الأنام ﷺ في الحديث الذي نقله البخاري، وأقول نقله وليس رواه وهو حديث محاولة انتحار الرسول [أستغفر اللّٰه من

ذكر العبارة هاته] ومساهمة مني بحول الله أقول :

هنـاك شيئ وإن ذكره بعض النقل فلن يقبله العقل السليم الفطري أبدا وهنـا شيـئ يقبله النقل والعقل السليم الفطري. أما الأول فهو: الشكوك في عـدم عصمة النبى صلى الله عليه وسلم وعلىٰ آله قبل وبعد بعثته !!! وهذا غير مـقبول عند عامة الناس المؤمنين فكيف بخاصتهم وفقهائهم وعلمائهم؟!. أما الثـانـي فهو: أن النبي صلى الله عليه وسلم وعلى آله معصوم من الزلة والخطأ والمعصية شهد له النقل والعقل وعامة الناس وخاصتهم .

فـإذن فـالثـانى أقوى فلا داعي للوسطية في هذا الأمر أو الاحتمال الباطل الـذي لا دليـل له أبدا، فكيف نتحدث بلا أدلة ونحن أهل علم ودراية ومعرفة ... وأعـنـي أن الإمـام البـخـاري لـما ذكر هذا الحديث اعتمد على نقله لكنه نسـي أن يـعرضه على عقله وقلبه المليئ طبعًا بالإيمان ومحبة رسول الله عليه الـصـلاة والسَّلام وعــلى آله، دون أن نتنقص من عقيدة الإمام البخاري طبعا، وهو الذي –أعني البخاري– يعرف صفات الرسل حق المعرفة ومنها العصمة الـكـامـلة والمكملة لخاتمهم، فوالله ثم والله و أقسم بالجليل سبحانه وألقى الـلّـه بقسمي هذا، لو وقف البخاري وقفة متأملة في معنى الكلام لما ذكر هذا الحديث كله ولاستغنى عنه بسبب زيادة عبارة [فيما بلغنا...] لكنه رحمه الله هـفـا هـذه الهـفـوة الخطيرة خصوصا في زمننا الذي تداعى فيه المستشرقون والأعداء على قسعة إسلامناوإيماننا وعقيدتنا.

فـأقـول تـلخيصا وتبيينا في هذا الأمر ما يلى : العلماء اليقظون المنتبهون لمثل هذه الأمور هم بين أمرين أحدهما أعظم من الآخر :

١ : إمـا أن يـصدقوا هذا الأمر وهذا الحديث فيمسون بعصمة رسول الله ﷺ والشك فيها [وهذا مستحيل وغير مقبول عندهم أبدا] .

٢ : وإمـا أن يـنسبوا الخطأ والهفوة للإمام البخاري ويكون كبش الفدية –إن

جاز التعبير– وكـلا الأمـرين يفتح للمستشرقين بابا إما تنقيصا من رسول اللّٰه ﷺ وإمـا تـنـقيـصا للبخاري وكلتا الورقتين هم فيها رابحون !!! وهذا لن يتأتى لهم أبدا .

الأمـر الثـالـث وهـو استنبـاط مـعاني كلام البخاري ودفع الخطأ عنه إلى الزهري فيكون الزهري هو الخاطئ و الغير المقبول لأن الحديث من بلاغاته وليس موصولا وبلاغاته لا تُقبل .

وبهـذا نـكـون قد دافعنا عن عصمة الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم بالأدلة التـي سيـوردهـا ويذكرها المؤلف مولانا محمد أفروز القادري ، وأزيد حديثا ذكـره رسـول الـلّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يتحدث عن عصمته قبل بعثته وذكر أنه ما هم بشيئ مما يفعله أهل الجاهلية إلا مرتين من الدهر [والدهر هو العمر له] والحديث كالتالى :

حـدثـنا أبو العباسِ محمد بن يعقوب، ثنا أحمد بن عبدِ الجبارِ، ثنا يونس بـن بكير، عنِ ابنِ إسحاق، حدثنِي محمد بن عبدِ اللّٰهِ بنِ قيسِ بنِ مخرمة، عنِ الـحسـنِ بـنِ مـحمدِ بنِ علِي، عن جدِهِ علِيِ بنِ أبِى طالِب رضِى اللّٰه عنه قال: سمِعت رسول اللّٰهِ –ﷺ– يقول :

’مـا هـممت بِما كان أهل الجاهِلِيةِ يهمون بِهِ إِلا مرَّتينِ مِن الدهرِ كِلاهما يـعـصِـمنِى اللّٰه تعالىٰ مِنهما، قلت ليلة لِفتى كان معِى مِن قريش فِى أعلى مكة فِـى أغـنـام لِأهـلِهـا تـرعـى: أبـصِر لِي غنمِي حتى أسمر هذِهِ الليلة بِمكة كما تسـمـر الفِتيان، قال: نعم، فخرجت فلما جِئت أدنى دار مِن دورِ مكة سمِعت غِـنـاءً وصوت دفوف وزمر، فقلت: ما هذا؟ قالوا: فلان تزوج فلانة لِرجل مِن قـريـش تزوج امرأة، فلهوت بِذلِكِ الغِناءِ والصوتِ حتى غلبتنِى عينِى فنِمت فـمـا أيـقظنِى إِلا مسُّ الشمسِ، فرجعت فسمِعت مِثل ذلِک، فقِيل لِى مِثل ما قِيـل لِـى، فلهوت بِما سمِعت وغلبتنِى عينِى، فما أيقظنِى إلا مس الشمسِ، ثم

رجعت إلى صاحِبِي فقال: ما فعلت؟ فقلت: ما فعلت شيئا'.

قال رسول اللّٰهِ -ﷺ- 'فواللّٰهِ ما هممت بعدها أبدا بِسوء مِما يعمل أهل الجاهِلِيةِ حتى أكرمنِي اللّٰه تعالىٰ بِنبوتِهِ' . (۱)

هٰذا حدِيثٌ صحِيح على شرطِ مسلِم، ولم يخرِجاه .

فقوله عليه الصلاة والسلام فى آخر الحديث مقسما: [فواللّٰهِ ما هممت بعدها أبدا بِسوء...] دليل على أنه لم يقدم أبدا على انتحار ولا على أي سوء أبدًا... ولأهل الاختصاص كلام في هذا الأمر .

فعقيدتنا تجاه الحبيب المصطفىٰ صلى اللّٰه عليه وآله وسلم راسخة باعتقادنا له العصمة الشاملة العامة . وأما هٰذا الموضوع فكان حساسا ودقيقا جدا، ومولانا محمد أفروز القادري الهندي لما انتبه إلى هذا الموضوع اتضح على أنه وضع الأصبع على موضع الجرح والألم، فإذا وجد موضع الداء وُجد الدواء .

فنشكره علىٰ هٰذا التقريب وعلىٰ هٰذا التوضيح لنا ما أشكل في هذا الأمر فجزى اللّٰه المؤلف عنا خير جزاء وعن الإسلام والمسلمين، ولِلّٰه الأمر من قبل ومن بعد يومئذ يفرح المؤمنون بنصر اللّٰه جل وعلا . آمين، وصلى اللّٰه علىٰ سيدنا ومولانا محمَّد وآله وصحبهِ أجمعين .

عبد ربه الخاضع لجلاله وخادم أهل اللّٰه وتراب نعالهم

محمد المرتضىٰ البومسهولي الدادسي المغربي -اللّٰه وليُّه-

زاوية مولاي عبدالملك، قلعة مكونة، تنغير، المغرب

في: ٤/ذي الحجة الحرام عام ١٤٣٤ھ الموافق ل: ١٠ أكتوبر٢٠١٣ء۔

(۱) مستدرک حاکم:۴/۲۴۵حدیث:۷۶۱۹......جامع الاحادیث سیوطی:۱۹/۳۲۴حدیث:۲۰۸۶۸۔

{كلمات ذهبية}

فقیہ النفس، الداعی الکبیر شیخ مفتی سید محمد انصار الکریم الازہری الشافعی۔ مدظلہ العالی۔

الحمد لله الأحد الفرد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفواً أحد ذي الجلال والإكرام والأسماء والصفات العظام شهدت له بالربوبية جميع مخلوقاته وأقرت له بالإلوهية جميع مصنوعاته والصلوٰة والسلام علىٰ خاتم الأنبياء وسيد الأصفياء وأكرم من مشى تحت أديم السماء صلى الله عليه وعلىٰ آله وسلم شرح الله صدره ووضع عنه وِزره ورفع له ذكره فلا يذكر عزوجل إلا ذكر معه، بعثه الله كافة للناس رحمة للعالمين وتكفل الله جل شانه سعادة الدارين لمن أحبه واتبع سبيله ووقره وعزره أما بعد !

فقصة الصراع بين الحق والباطل قصة قديمة ولم يتوقف سيل الشبهات والأباطيل التي يثيرها المشككون والمبطلون من خصوم هذا الدين في مصادره ونبيه منذ أكثر من أربعة عشر قرنا من الزمان ولا تزال الشبهات القديمة تظهر حتى اليوم في أثواب جديدة يحاول مروجوها أن يضفوا عليها طابعا علميا زائفا فلا غرابة في ما يحدث في العصر الراهن من حملات ضارية من كل اتجاه تجاه الإسلام ونبيه في الإعلام الدولي من ظلم فادح وافتراء ات كاذبة . وهٰذا يبين لنا أن هناک جهلا فاضحا بالإسلام ونبيه وسوء الفهم بسيرته العاطرة سواء كان ذٰلک بوعي أو بغير وعي التي تصدر من بعض أبناء المسلمين باسم الدين وهو منها برآء ومواجهة ذٰلک تكون ببذل جهود علمية مضاعفة في ميدان الردود بالدفاع عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم بالتحقيق والتدقيق وكل مسلم مدين للرسول الأكرم ﷺ وعلىٰ كل من له حب أن يتمثل قول حسان بن ثابت رضى الله عنه ؎

هجوت محمداً فأجبت عنه ❁ وعند الله في ذاک الجزاء
هجوت محمداً براً تقيا ❁ رسول الله شيمته الوفاء
فإن أبي ووالدتي وعرضي ❁ لعرض محمد منكم وقاء

ومن المعلوم أن الأمة أجمع علىٰ ضرورة الإيمان بالعصمة للرسول ﷺ في جميع ما بلغ عن الله عزوجل ومن لوازمات ذالک بالضرورة وجوب الاعتقاد بعلو

فطرته وصحة عقله وصدقه في أقواله وأفعاله وأمانته في تبليغ هٰذا الدين القويم وعصمته من كل ما يشوه السيرة البشرية مما تنبو عنه الأبصار تتنفر منه الأذواق السليمة وانه منزه عما يضاد شيئا من هٰذه الصفات وان روحه ممدود من الجلال الإلٰهي بما لا يمكن معه لنفس إنسانية أن تسطو عليها سطوة روحانية فالعصمة كالمعجزة ضرورة من ضروريات الإيمان بصدق الرسالة وشرط لازم لتحقيق الثقة في البلاغ الإلٰهي حيث يقول الرب جل في علاه :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ o (سورۂ أحزاب:۲۱/۳۳)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحيٰ o (سورۂ نجم:۳/۵۳)

والبحث الذي بين يدي القاري الكريم عصارة عقيدة الباحث وثمرة جهده في ميدان الردود علىٰ من لا يعترف بأن الرسول ﷺ معصوم عن الخطأ ويجازف علىٰ ذالک بتقديم بعض النصوص وبعض الروايات أدلة فما جاء في سورة عبس وكذالک في بعض الروايات علينا أن نفهمها فهما سليما طبق عقائدنا بالضرورة بالنبي ﷺ بعيداً عن العقائد الهدامة والفاسدة وهٰذا لا ينطوی علىٰ تنقيد الروايات المروية في الصحاح لاسيما في الجامع المسند الصحيح لأمير المومنين في رواية الحديث الذي هو أصح الكتب بعد كتاب اللّٰه تحت أديم السماء. وقد أحسن من قال في الأردية ۔

ہے عشق نبی جس نے لیا درسِ بخاری
آتا ہے بخار اُس کو بخاری نہیں ملتی

وقد راجعنا ما حرره الباحث المحقق والمدقق صديقنا الوفي وخليلنا الصفي الأستاذ أبو الرفقة محمد أفروز القادري الجرياكوتي –أطال اللّٰه عمره بلطفه الجلي والخفي– ونأمل أن يسهم هٰذا الكتاب والبحث في توضيح الصورة الحقيقة لفهم شخصية النبي ﷺ وإزالة ما علق بالأذهان من سوء فهم واعتقاد ونرجوا من اللّٰه أن ينفع به المسلمين إحقاقا للحق وإظهاراً للحقيقة انه سميع قريب ومجيب الدعاء ، وأن يتقبل هٰذا بقبولِ حسنٍ وأن يجزي راقمه وقارئه وناشره جزاء أوفى .

–: أحقر الورىٰ :–

السيد محمد أنصار الكريم الأزهري
خطیب ومفتی: مسجد النور، ۵۱/مین روڈ، نورتھ کلف، ہرمانس۔جنوب افریقہ

چل مرے خامہ بسم اللہ

شوشہ یہ اُٹھایا گیا ہے کہ وحی کے اِنقطاع کے زمانے میں معصومِ آمنہ، رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حزن وملال کے عالم میں بارہا پہاڑوں کی چوٹیوں کا رُخ فرمایا کرتے تھے تاکہ وہاں سے خود کو گرا کر ہلاک کر دیں؛ مگر پھر جبرئیل امین آکر آپ کو اس حرکت سے باز رکھتے تھے.الخ-نعوذ باللہ من ذالک-اور یہ روایت صحیح بخاری میں موجود ہے۔

اس حدیث کا راوی کون ہے؟،اس روایت کی حقیقت کیا ہے؟؟،اور اس کا مفہوم ومفاد کیا ہے؟؟؟۔اس کی گہرائی میں اُترنے سے قبل بہتر ہوگا کہ ہم 'عصمت انبیا' کے تعلق سے چند بنیادی باتیں ذہن نشیں کرلیں تاکہ مسئلے کی کنہ وحقیقت تک پہنچنے میں آسانی ہو۔

انبیاے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کائناتِ انسانی کی وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کا اِنتخاب خود پروردگار عالم نے فرمایا؛ کیوں کہ نبوت ورسالت نرا خدائی انتخاب ہے اس میں اِنسان کے کسب وعمل کا کچھ بھی دخل نہیں ہوتا۔قرآن کی بہت ساری آیتیں اس پر شاہد عدل ہیں۔اہل علم کے نزدیک یہ اَمر بھی متحقق ہے کہ انبیاے کرام ہر قسم کے فضائل وکمالات سے بہرہ ور اور جملہ عیوب و نقائص سے مبرا ہوتے ہیں، اور پھر سیدالاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا کہنا! وہ تو ان سارے فضائل وکمالات کے تن تنہا جامع وامین ہیں جن سے اِنفرادی طور پر دیگر انبیا ومرسلین نوازے گئے تھے۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ومدحت میں قرآن گواہی دیتا ہے :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ o (سورۂ احزاب:۳۳/۲۱)

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی پاکیزہ زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔

گویا سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے اُسوہ، نمونہ اور آئیڈیل ہیں، اور یہ بات عقل سے بعید ہے کہ کسی آئیڈیل کے اندر کوئی عیب ونقص ہو یا اس میں کہیں انگلی رکھنے کی گنجایش ہو۔ ہاں! دنیاوی آئیڈیل کے انتخاب میں غلطی تو ہوسکتی ہے؛ لیکن جو آئیڈیل خدا کا فرستادہ اور چنندہ ہے بھلا اس میں کسی قسم کے عیب ونقص کا اِمکان وگمان کہاں رہ جاتا ہے!۔

انبیاے عظام کے بعد کائناتِ ارضی میں سب سے زیادہ محترم ومقدس طبقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ وہ چشمہ نبوت سے براہِ راست فیض یاب ہوتے ہیں، اور زیورِ علم وحکمت سے پورے طور پر آراستہ وپیراستہ ہوتے ہیں؛ لیکن ان کی حکمت نے انھیں کبھی اجازت نہیں دی کہ وہ انبیاے سابقین کے تسامحات کے تعلق سے بارگاہِ رسالت میں تحقیق کریں، یہ ان کا منصب ہی نہیں؛ لیکن آج خدا بے خوفی اور دین بیزاری کے پُرفتن دور میں اس تعلق سے موشگافیاں شروع ہوگئی ہیں، اور اس موضوع پر آوازے کسے جانے لگے ہیں؛ تاہم تاریخ شناسوں پر مخفی نہ ہوگا کہ یہ لحاتی آوازے فضاے بسیط میں دم توڑتے رہتے ہیں اور اللہ نے چاہا تو اب بھی نڈھال ہوجائیں گے۔

وہابی گرچہ اِخفا می کند بغضِ نبی لیکن
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

عصمت کے معانی: لغت میں ’عصمت‘ بہت سے معانی کے لیے استعمال ہوا ہے جس میں معروف یہ ہیں: منع کرنا، بچانا اور محفوظ کرنا۔ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت اسی لغوی معنی کی طرف اِشارہ کررہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَعۡصِمُنِي مِنَ الۡمَآءِ ٥ (سورۂ ہود: ۱۱/۴۳)

یعنی یہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے الفاظ تھے کہ میں کسی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے ڈوبنے سے بچالے گا۔

عظیم شارح ومحدث علامہ مناوی عصمت کی تعریف میں رقم طراز ہیں :

العصمة ملكة اجتناب المعاصي مع التمكن منها . (۱)

یعنی عصمت ایسے ملکہ کو کہتے ہیں کہ گناہوں پر قدرت ہونے کے باوجود ان سے بچا جائے۔

معجم وسیط میں ہے :

العصمة ملكة إلٰهية تمنع من فعل المعصية والميل إليها مع القدرة عليه . (۲)

یعنی عصمت وہ ملکہ ربانی ہے جو قدرت کے باوصف انسان کو معصیت کے ارتکاب بلکہ اس کی طرف میلان سے بھی روک دیتا ہے۔

الموسوعۃ العربیۃ میں بھی عصمت کا مفہوم کچھ یوں ہی بیان کیا گیا ہے: 'عصمت ایسا ملکہ ہے جو گناہِ کبیرہ وصغیرہ کے ارتکاب سے روک دے'۔(۳)

عصمت کا لغوی مفہوم جان لینے کے بعد اب عصمت انبیا کی طرف آتے ہیں جو موضوعِ زیرِ بحث کو سمجھنے میں کافی معاون ہوگا۔ سراجُ الامۃ، کاشف الغمہ، شیخ الائمہ اِمام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ عصمت انبیا کے تعلق سے فرماتے ہیں :

الأنبياء كلهم منزهون أي معصومون عن الصغائر والكبائر أي من جميع المعاصي والكفر والقبائح ثم هٰذه العصمة ثابتة للأنبياء قبل النبوة وبعدها على الأصح .

یعنی انبیائے کرام صغائر وکبائر سارے گناہ نیز کفر وقباحت کی ساری باتوں سے معصوم ومنزہ ہیں۔اور پھر یہ عصمت مذہب صحیح کے مطابق انبیائے کرام کے

(۱) تاج العروس من جواہر القاموس:۳۳/۱۰۰۔
(۲) المعجم الوسیط:۲/۶۰۵۔
(۳) الموسوعۃ العربیۃ:۱۶/۱۷۔

لیے قبل نبوت اور بعد نبوت دونوں حال میں ثابت ہے۔

ماہر سیر علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں :

ذهبت طائفة أخرىٰ من المحققين من الفقهاء والمتكلمين إلى عصمتهم من الصغائر كعصمتهم من الكبائر .(۱)

یعنی محققین فقہا و متکلمین کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ انبیاے کرام صغائر سے بھی ایسے ہی پاک ہیں جس طرح وہ کبائر سے معصوم ہوتے ہیں۔

اور امام شہاب الدین احمد ابن حجر ہیثمی مکی کا اقتباس اس سلسلے میں حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے وہ فرماتے ہیں :

الأنبياء –صلوات اللّٰه وسلامه عليهم– معصومون عن الذنب كبيرها وصغيرها وعمدها وسهوها قبل النبوة وبعدها على الصحيح المختار .(۲)

یعنی مذہب صحیح مختار کے مطابق انبیاے کرام چھوٹے بڑے اور عمد و سہو ہر قسم کے گناہ سے قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔

ان تصریحات سے یہ ثابت ہوگیا کہ انبیاے کرام بعد نبوت تو الگ رہا قبل نبوت بھی ہر قسم کے عیب ونقصان سے پاک ومنزہ ہوتے ہیں، اور بھول چوک میں بھی ان سے کوئی غلطی نہیں ہوتی، بلکہ اگر ایسا کچھ ہوا تو وہ تعلیم اُمت کے لیے تحت مشیت الٰہی ہوتا ہے۔

فقہ حنفی کی معروف اُردو کتاب 'بہارِ شریعت' میں علامہ صدر الشریعہ اعظمی فرماتے ہیں :

انبیا علیہم السلام شرک وکفر کے اور ہر ایسے امر جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو

---

(۱) شفا قاضی عیاض: ۱۵۷/۲۔

(۲) الزواجر عن اقتراف الکبائر: ۲۵/۱۔

جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت ومروّت کے خلاف ہیں قبل نبوت وبعد نبوت بالا جماع معصوم ہیں اور قبائح سے مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمدِ صغائر سے بھی قبل نبوت وبعد نبوت معصوم ہیں۔(۱)

محقق اہل سنت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے اس سلسلے میں بڑی دوٹوک بات کی ہے،فرماتے ہیں :

عصمت انبیا قطعی اور اجماعی مسئلہ ہے اور وہ احادیث جن سے پیغمبروں کا گناہ ثابت ہے،اگر وہ متواتر اور قطعی نہیں بلکہ خبر واحد ہیں تو وہ سب مردود،کوئی بھی قابل اعتبار نہیں اگر چہ صحیح ہوں۔

تفسیر کبیر سورۂ یوسف کی تفسیر میں ہے کہ جو احادیث خلافِ انبیا ہوں وہ قابل قبول نہیں۔راوی کو جھوٹا ماننا پیغمبروں کو گنہگار ماننے سے آسان ہے۔اور وہ قرآنی آیات اور متواتر روایات جن سے ان حضرات کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ظاہر ہوتا ہو تو سب واجب التاویل ہیں کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہ ہوں گے۔(۲)

تو ثابت ہو گیا کہ انبیاے کرام قبل نبوت و بعد نبوت نہ صرف چھوٹے بڑے گناہ کے ارتکاب سے معصوم ہیں بلکہ اِرادۂ گناہ سے بھی محفوظ ہیں،اور قبل وحی یا بعد وحی ان سے ایک لمحے کے لیے بھی صغیرہ وکبیرہ کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔مزید یہ کہ ایسی روایت جس سے انبیا کی طرف کسی گناہ کی نسبت ثابت ہو رہی ہو اس کی بھرپور تنقید و تاویل کی جائے گی اور ایسے نازک موقع پر انبیا کو گنہ گار یا متصف بالکذب ثابت کرنے سے راوی کا متہم بالکذب ثابت کرنا آسان ہوگا۔

اس تفصیلی تمہید کے بعد اب ہم براہِ راست اصل موضوع کی طرف آرہے ہیں۔

---

(۱) بہار شریعت:۱/۱۳۔

(۲) جاء الحق:۱/۳۹۷۔

شوشہ یہ اُٹھایا گیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انقطاعِ وحی کے موقع پر خود کو خود کشی کے خیال سے کئی بار پہاڑوں پر لے جا کر نیچے گرا دینا چاہا؛ لیکن حضرت جبرئیل رکاوٹ بن گئے۔ اور اس کی روایت بخاری شریف سے نقل کی گئی ہے۔

یہ سچ ہے کہ یہ روایت صحیح بخاری کے اندر کتاب التعبیر میں موجود ہے؛ لیکن یہ مراسیل امام زہری سے ہے اور مرسل امام زہری کا حال محدثین کی نگاہ میں کتنا وزن رکھتا ہے اس کی تحقیق ذیل میں بالتفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری میں پوری حدیث یوں آئی ہے :

قال الزهري .... وفتر الوحی فترةً حتی حزِن النبِی صلی اللّٰه علیهِ وسلم فِیما بلغنا حزنا غدا مِنه مِرارًا کی یتردی مِن رؤوسِ شواهِقِ الجِبالِ فکلما أوفی بِذِروةِ جبلٍ لِکی یُلقِی مِنه نفسه تبدّی له جِبرِیل فقال: یا محمّد إِنک رسولُ اللّٰهِ حقا، فیسکن لِذلِک جأشه وتقِرُّ نفسه، فیرجِع، فإِذا طالت علیهِ فترة الوحیِ غدا لِمِثلِ ذلِک فإِذا أوفی بِذِروةِ جبلٍ تبدّی له جِبرِیل فقال له مِثل ذلِک . (۱)

یعنی امام زہری فرماتے ہیں......کچھ عرصہ کے لیے سلسلہ وحی منقطع ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری اطلاع کے مطابق اتنے غمگین ہوئے کہ کئی بار پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس لیے گئے کہ وہاں سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیں، چنانچہ جب بھی اس خیال سے حضور ﷺ پہاڑ کی کسی چوٹی پر پہنچتے وہاں جبرئیل سامنے نظر آنے لگتے اور کہتے: اے محمد! بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ کے دل کو سکون ہوتا اور نفس کو قرار آ جاتا، پھر آپ واپس آ جاتے۔ یوں ہی جب کچھ عرصہ گزرتا اور وحی منقطع ہونے کا سلسلہ دراز ہوتا تو حضور ﷺ

(۱) صحیح بخاری: ۹/۲۹ حدیث: ۶۹۸۲۔

پھر بے چین ہوکر پہاڑ کی کسی چوٹی پر جاتے تا کہ وہاں سے اپنے آپ کو گرادیں، جبرئیل پھر ظاہر ہوتے اور حضور ﷺ کو تسلی دیتے۔

یہ ہے وہ حدیث جس نے کور بختوں کو طوفانِ بدتمیزی اُٹھانے کی اَساس فراہم کی ہے۔ یہ بدنصیب تو بیٹھے ہی اسی ٹوہ میں رہتے ہیں کہ کہیں سے نقص رسالت کا کوئی شوشہ ملے جسے یہ بات کا بتنگڑ بنا کر اپنے خبث باطنی اور جذبۂ رسول دشمنی کو تسکین فراہم کریں۔

سطورِ بالا میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ جملہ انبیاے کرام ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے کلیۃً پاک ہیں، اور پھر سید الانبیاء والمرسلین اور امام الاوّلین والآخرین ﷺ کی شانِ عظمت وکمال کا کیا پوچھنا جو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت بھی ابھی مکمل نہ ہوئی تھی، اور ابھی وہ روح وجسد کی منزل میں تھے۔ ایسے جلیل القدر پیغمبر اور برگزیدہ رسول کے حق میں اتنی دریدہ دہنی! یہ کسی صاحب ایمان کا شیوہ نہیں ہوسکتا!۔

یہ سچ ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے؛ لیکن حدیث کو سمجھنا ہر اَیرے غیرے کا کام نہیں، یہ علماے عاملین اور فقہاے محققین کا منصب ہے؛ ورنہ جس طرح قرآن کے بارے میں آتا ہے کہ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا.... [سورۂ بقرہ:۲۶/۲] یوں ہی حدیث کے تعلق سے بھی اِرشاد ہوا ہے :

الحديث مضلة إلا الفقهاء . (۱)

یعنی حدیث بھی فقہا کے علاوہ اَوروں کو راہ سے بھٹکا دیتی ہے۔

اس کی زندہ مثال یہی مذکورہ حدیث ہے کہ رسول دشمنی اور عنادِ باطنی نے نام نہاد اہل علم وتحقیق کو دیکھیں کہ حق وصواب سے اُٹھا کر کتنی دور پھینک دیا ہے!۔ ذرا سوچیں کہ اگر ان کے بزرگوں کی زبان سے کوئی بات خلافِ شریعت نکل جائے تو یہ تاویل کرتے نہیں تھکتے اور دفتر کے دفتر سیاہ کر بیٹھتے ہیں؛ لیکن اس حدیث کے تعلق سے انھیں تاویل کا

(۱) الرسالۃ الباہرۃ، امام ابن حزم ظاہری: ۵/۱۔

کوئی شمہ نظر نہیں آیا اور حدیث کے ظاہر کو لے کر پورا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔اور اس کی تائید میں قرآن کریم کی غیر متعلق آیات پیش کرنے لگے۔کیا یہی شیوۂ علم و تحقیق ہے۔یہ نابکار کس منہ سے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتی ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں!، بھلا ایسے سیاہ بختوں کی اُمت محمد یہ سے کیا نسبت ہوسکتی ہے!۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک!۔

معروف مفسر و سیرت نگار پیر کرم شاہ ازہری اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں :

مذکورہ روایت کے مطالعہ سے دل میں طرح طرح کے شبہات انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔کیا تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی نبوت کے بارے میں یقین راسخ نہ تھا۔کیا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی ریب و تردّد میں مبتلا تھے جس کے باعث تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار اپنی زندگی کا چراغ گل کرنے کا اِرادہ کر کے پہاڑ کی کسی چوٹی پر پہنچتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نمودار ہو کر روکنا پڑتا، اور اِنکَ رسول اللّٰہ حقاً کہہ کر شک وشبہہ سے نجات دلانا پڑتی۔

یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے کہ کوئی اُمتی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اپنے نبی کی نبوت پر اسے یقین راسخ نہ ہو۔اسی طرح نبی پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی نبوت پر محکم ایمان لے آئے؛ اس لیے ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ کیوں کر تصور کر سکتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلا ایسا کرتے تھے، یا وادیِ مایوسی میں اُتر جاتے تھے۔

کیا محسن اِنسانیت نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظرف اِتنا چھوٹا اور حوصلہ اِتنا تنگ ہوتا ہے کہ معمولی معمولی بات پر مایوس ہو جائے، اور مایوس بھی اتنا کہ زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دینے لگے!۔(ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)(۱)

(۱) ضیاء النبی:۲/۲۱۲۔

اب آیئے باضابطہ دیانت داری سے امام زہری کی روایت کردہ مذکورہ حدیث بخاری کا روایۃً ودرایۃً تجزیہ کرتے ہیں۔اللہ ہمیں حق لکھنے اور حق سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

غور وفکر کرنے کے بعد ہمیں اس روایت میں تین باتیں نہایت اہم نظر آئیں :

۱: وحی نازل ہونے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بار بار پہاڑوں کی چوٹیوں پر جان دینے کے لیے جانا۔

۲: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حضور اقدس ﷺ سے ہر بار یہ عرض کرنا کہ اے محمد ﷺ! آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور پھر حضور ﷺ کا اس ارادہ سے باز آجانا۔

۳: پہلے فترۂ وحی کی مدت راجح قول کے مطابق تین دن سے لے کر چالیس روز ہے۔یہ عرصہ جب ختم ہوگیا اور اب زوروں سے وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا پھر اس کے بعد بھی جب وحی کا سلسلہ ٹوٹتا حضور اقدس ﷺ اپنی زندگی کا چراغ گل کردینے کی غرض سے پہاڑوں کا رخ کرتے!۔العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

ایک شبہے کا اِزالہ : بعض حضرات نے روایت کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ابھی خودکشی کی حرمت کا حکم نہ آیا تھا؛اس لیے حضور ﷺ ایسا اِرادہ فرماتے تھے۔

جواباً عرض ہے کہ ہمیں مذکورہ بالا جواب دینے والے کے اخلاصِ نیت پر کوئی شک نہیں؛لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کردیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر دوبارہ اس کا اِرادہ کرنا کیا عقل سلیم اسے تسلیم کرسکتی ہے؟ کیا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رب ذوالجلال کی حکم عدولی ممکن ہے؟ جب کہ حق تو یہ ہے کہ سید الانبیا والمرسلین علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں ایک بار بھی ایسا کوئی واقعہ رونما نہ ہوا، واقعہ تو واقعہ آپ سے اس کا تصور بھی ناممکن اور محال ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کو بتایا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تب آپ کو اطمینان ہوا اور آپ اس ارادہ سے باز آجاتے رہے، جب کہ یہ اَمر متحقق ہے کہ آقا علیہ السلام کو اپنی نبوت کا حتمی علم اس وقت سے ہے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی آب وگل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

اور پھر امام زہری کی روایت کردہ حدیث کے آخری الفاظ نے تو رہی سہی کسر بھی پوری کر دی، فرماتے ہیں :

فإذا طالت عليهِ فترة الوحيِ غدا لِمِثلِ ذلِک .

یعنی جب بھی انقطاعِ وحی کا سلسلہ دراز ہوتا تب آپ اسی فعل کے لیے نکلتے۔

گویا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے وحی کا سلسلہ جاری کرنے کے لیے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بس یہی ایک طریقہ تھا کہ جان دینے کے لیے پہاڑوں کا رخ کریں۔ ونعوذ باللہ من ذالک۔

روایت کے ان آخری الفاظ نے پوری حدیث مشکوک کر دی ہے؛ کیوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ جملہ انبیاے کرام کی حیاتِ طیبہ پاکیزہ ومقدس رہی ہے؛ لیکن تاریخ انبیا میں جو تقدس وشفافیت ہمیں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں نظر آتی ہے وہ کہیں اور نہیں ملتی۔ پوری تاریخ بشریت آقاے گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے؛ لیکن اگر کسی روایت سے آپ کی بے مثل و درخشندہ زندگی کے کسی گوشے پر بدنما دھبہ آرہا ہو تو اس روایت کا سنداً ومتناً تنقیدی جائزہ لینا ہمارا اوّلین فرض بنتا ہے۔ لہٰذا آیئے ہم روایت زیر بحث کو سنداً ومتناً علم وتحقیق کی کسوٹی پر ذرا پرکھ کر دیکھیں کہ اس میں کتنا وزن ہے اور امر واقعہ کیا ہے؟۔

سند حدیث

علم اُصولِ حدیث کے عظیم امام علامہ قاضی عیاض اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'الماع' میں

۔جو اس فن کی کتب اوائل میں شمار ہوتی ہے۔فرماتے ہیں :

'یہ امام زہری کا بلاغ ہے۔اس کی سند انھوں نے ذکر نہیں کی۔درمیان کے دو تین راویوں کا ذکر تک موجود نہیں۔معلوم نہیں یہ کس قسم کے لوگ تھے۔یہ تسلیم کہ معمر اور زہری خود ثقہ ہیں،ان کا شمار ائمہ حدیث میں ہوتا ہے؛لیکن جن لوگوں سے انھوں نے یہ روایت نقل کی ہے ان کا نام تک بھی نہیں لیا گیا تا کہ ہم تحقیق کر کے ان کے بارے میں فیصلہ کر سکیں کہ یہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ۔نیز یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ ہر ثقہ راوی ہمیشہ ثقہ راوی سے ہی روایت کرتا ہے،کبھی غیر ثقہ راویوں سے بھی ثقہ راوی روایت کر جاتے ہیں؛سو اِس احتمال نے روایت کو پایۂ اعتبار سے ساقط کر دیا ہے؛اس لیے یہ حدیث ضعیف ہوگی۔(۱)

شارح بخاری علامہ عینی اس کی مزید توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وهٰذا من بلاغات معمرٍ ولم يسنده ولا ذكر راويه ولا أنه عليه السلام قاله ولا يعرف هٰذا إلا من النبي ﷺ . (۲)

یعنی یہ امام زہری کے شاگرد معمر کے بلاغات میں سے ہے۔انھوں نے نہ تو اس کی کوئی سند بتائی، نہ اس کے راوی کا ذکر کیا اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے ایسا فرمایا،اور یہ بات تو اتنی بڑی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور سے جانی نہیں جا سکتی!۔

صحیح بخاری کے دوسرے معروف ومقبول شارح حافظ ابن حجر عسقلانی بھی اس روایت کے اس حصے کو بلاغِ زہری یا بلاغِ معمر سے ہی تعبیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

اس حدیث میں اضافہ شدہ حصہ صرف معمر کا تفرد ہے،عقیل اور یونس کی روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے۔اور امام بخاری نے جس طرح اس اضافہ کا ذکر

(۱) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ:۲؍۱۰۴۔
(۲) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری:۱؍۱۴۵۔

کیا ہے اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ اضافی الفاظ عقیل کی روایت میں بھی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔امام بخاری نے معمر عن زہری روایت لی ہے کہ وحی رک گئی اور آپ غمگین ہوگئے۔ یہ حدیث آخر تک بیان کی اور میرے نزدیک یہ اضافی الفاظ (جن میں خودکشی کا ذکر ہے) صرف معمر کی روایت میں ہیں؛ کیوں کہ ابو نعیم (استاذِ امام بخاری) نے اپنی مستخرج میں اس حدیث کو حافظ ابوزرعہ (استاذِ امام بخاری) سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافی الفاظ نہیں ہیں۔اسماعیلی نے بھی وضاحت کی ہے کہ یہ اضافی الفاظ صرف معمر کی روایت میں ہیں۔امام احمد،امام مسلم اور دیگر محدثین نے اس روایت کو اس اضافہ کے بغیر حضرت لیث سے روایت کیا ہے۔(لیکن مذکورہ) روایت کے الفاظ 'فیما بلغنا' کے قائل زہری ہیں اور یہ زہری کا محض بلاغ ہے،اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں پہنچتا۔(۱)

نیز بخاری کے تیسرے مشہور شارح علامہ کرمانی نے بھی یہی توضیح فرمائی ہے کہ یہ امام زہری کا بلاغ ہے۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اضافہ مدرج ہو؛لیکن معتمد پہلی تقریر ہے۔(۲)

علامہ کرمانی کی تشریح پر اگر اس حصے کو امام زہری کا اِدراج مان لیا جائے تب تو بات بالکل واضح ہے؛ کیوں کہ اس کا مطلب یہ بنا کہ روایت کا یہ ٹکڑا امام زہری کا اپنا خیال ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں جب کہ اس قسم کا اِدراج بھی حرام ہے۔

'اِدراج' کی تعریف میں امام نووی لکھتے ہیں :

مدرج في حديث النبي ﷺ بأن يذكر الراوي عقيبه كلاماً لنفسه أو لغيره من بعده متصلا فيتوهم أنه من الحديث .(۳)

---

(۱) فتح الباری:۱۲/۳۷۶۔

(۲) شرح الکرمانی:۲۴/۹۷۔

(۳) تقریب النووی:۱/۲۲۶۔

یعنی حدیث النبی ﷺ میں 'مدرج' یہ ہے کہ راوی روایت سے متصل ہی اپنی یا کسی اور کی بات درج کر دے اور اس سے وہم ہو کہ یہ حدیث کا ٹکڑا ہے۔(۱)

اس کے بعد امام نووی اس کے حرام ہونے کی تصریح فرماتے ہیں :

وکله حرام .

اور 'اِدراج' کی ہر قسم حرام ہے۔

امام سیوطی اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

أي الإدراج بأقسامه حرامٌ بإجماع أهل الحديث والفقه.

یعنی اِدراج اپنی تمام قسموں کے ساتھ حرام ہے۔ اس پر تمام محدثین وفقہا کا اجماع ہے۔(۲)

امام ابن حجر عسقلانی اِمام زہری کی عادتِ ادراج کا حال یوں بیان کرتے ہیں :

زہری کی یہ عادت تھی کہ احادیث کی تفسیر میں اس طرح الفاظ بڑھا دیتے کہ لفظ تفسیر بھی غائب کر دیتے تھے جس کے باعث ان کے بعض معاصرین ان سے کہا کرتے تھے: **افصل کلامک من کلام النبی** ﷺ یعنی آپ اپنی بات کو نبی کریم ﷺ کی بات سے جدا کر کے بیان کیا کریں۔(۳)

ان تصریحات کی روشنی میں اگر زیر بحث روایت کے آخری ٹکڑے کو-جس میں نبی کریم ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کر دی گئی ہے جو عصمت سیدِ انبیا کے منافی ہے- اِدراج قرار دے دیا جائے-جیسا کہ علامہ کرمانی شارحِ بخاری نے فرمایا ہے-تو ساری بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے کہ یہ صرف اور صرف امام زہری کا کلام اور ان کا اپنا خیال ہے اس سے زیادہ علمی دنیا میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور واضح کر دیا جائے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی پاکیزہ زندگی خودکشی کے عزم و ارادہ کے ہر بدنما دھبے سے پاک و منزہ ہے۔

(۱) تقریب النووی: ۱/۲۳۱۔ (۲) تدریب الراوی: ۱/۲۷۴۔
(۳) النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح: ۲/۲۹۱۔

لیکن علما کا ایک طبقہ اس روایت کو مرسل قرار دے رہا ہے؛ لہٰذا اب ہم امام زہری کی مرسل روایتوں کا جائزہ اِختصار کے ساتھ لے رہے ہیں :

☆ جرح وتعدیل کے بانی امام یحییٰ بن سعید قطان حنفی (م۱۹۸ھ) فرماتے ہیں :

مرسل الزهري شر من مرسل غيره لأنه حافظ و كلما قدر أن يسمي سمى وإنما يترك من لا يحب أن يسميه أو يستحي . (۱)

یعنی زہری کی مرسل روایتیں دوسروں کی مرسل روایتوں سے بدتر ہیں؛ اس لیے کہ وہ حافظ ہیں، ان کو راوی کا نام لینے کی قدرت ہے اور جب چاہتے ہیں راویوں کا نام لیتے ہیں؛ لیکن وہ بہت سے راویوں کا نام اس لیے نہیں لیتے کہ وہ ان کو پسند نہیں کرتے یا ان کا نام لیتے ہوئے ان کو حیا آتی ہے۔

گویا امام یحییٰ بن سعید قطان یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ زہری اپنی مرسل روایتوں

---

(۱) سیر اعلام النبلاء:۶/۱۴۴......مرویات الامام الزہری المعلۃ :۱/۴۸۔

☆ **امام یحییٰ بن سعید قطان:** یہ امام اعظم کے شاگرد رشید ہیں۔امام ذہبی جیسے ناقد بصیر نے انھیں امیر المومنین فی الحدیث لکھا ہے۔حدیث وفن رجال کے ائمہ کبار ان کے سامنے باادب کھڑے رہتے اور ان سے درسِ حدیث لیتے۔علامہ جمال الدین مزی لکھتے ہیں: حضرت اسحٰق بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں امام یحییٰ بن قطان کو دیکھتا کہ عصر کی نماز پڑھتے پھر اپنی مسجد کے منارہ کے نیچے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور علی بن مدینی، شاذکونی، عمرو بن علی، احمد بن حنبل، اور یحییٰ بن معین جیسے جلیل القدر ائمہ ان سے حدیثوں کے بارے میں پوچھتے اور یہ جواب دیتے اور یہ سب ائمہ وقت دورانِ درس کھڑے رہتے، یہاں تک کہ نمازِ مغرب کا وقت آجاتا۔امام یحییٰ کسی سے نہ فرماتے کہ بیٹھ جاؤ اور نہ ہی حضراتِ ائمہ رعب واحترام کے مارے بیٹھتے۔(تہذیب الکمال:۳۱/۳۳۹)۔

ان ائمہ میں ابن معین اور علی مدینی وغیرہ امام بخاری کے مشائخ واساتذہ ہیں۔امام بخاری اپنے شیخ علی مدینی کے بارے میں فرماتے ہیں: **ما استصغرت نفسي عند أحدٍ إلا عند علي بن المديني.** یعنی میں نے کسی کے سامنے خود کو ہیچ اور کمتر نہ سمجھا سوائے علی بن مدینی کے سامنے۔اندازہ فرمائیں کہ یہ علی مدینی، ابن معین اور احمد بن حنبل امام یحییٰ قطان کے شاگرد ہیں۔اور امام یحییٰ بن قطان کا امام زہری کی مراسیل کے تعلق سے کیا تبصرہ ہے!۔**فاعتبروا یاُولی الابصار .**

میں درمیان کے راویوں کو اس لیے ظاہر کرنا نہیں چاہتے کہ ان کا نام لینا یا تو انھیں پسند نہیں یا ان کا نام لینے میں حیا آتی ہے۔

☆ امام محمد بن ادریس شافعی (م۲۰۴ھ) مراسیل زہری کے تعلق سے فرماتے ہیں :

إرسال الزهري عندنا ليس بشيىء وذلك أنا نجده يروى عن سليمان بن أرقم .(۱)

یعنی زہری کی مرسل روایتیں ہمارے یہاں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں؛ اس لیے کہ ایسا دیکھنے میں آیا کہ زہری' سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہیں (جو متفقہ طور پر ضعیف ہیں)۔

گویا امام شافعی علیہ الرحمہ مراسیل زہری کو اس لیے نا قابل اعتبار ٹھہراتے ہیں کہ وہ ضعیف راویوں سے بھی روایت لے لیتے ہیں۔

☆ امام یحییٰ بن معین حنفی (م۲۳۳ھ) جو جرح وتعدیل کے بہت بڑے امام ہوئے ہیں اور تمام مکاتب فکر میں یکساں مقبول ومعتمد ہیں، نیز امام بخاری کے استاذ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں :

مرسل الزهري ليس بشيئ .(۲)

یعنی زہری کی مراسیل کچھ نہیں ہیں۔

☆ شیخ علی بن مدینی (م۲۳۴ھ) جنھیں امام بخاری کے اُستاذ ہونے کا شرف حاصل ہے اور جرح وتعدیل میں اپنی ایک منفرد شان رکھتے ہیں، ان سے مراسیل زہری کے تعلق سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا :

إن مرسلات الزهري ردية . (۳)

---

(۱) مرویات الزہري:۱/۴۸۔ (۲) مرویات الزہري:۱/۴۸۔
(۳) مرویات الزہري:۱/۴۸۔

یعنی زہری کی مرسلات ردی ہیں۔

☆ امام شمس الدین الذہبی (م ۷۴۸ھ) جو نقد و جرح کے ایسے ناقد بصیر ہیں جن کی تحقیقات عصر قدیم و عصر جدید دونوں میں نہایت وقیع سمجھی جاتی ہیں اور جن کی تصریحات کے سامنے چوٹی کے محققین بھی سر تسلیم خم کر دیتے ہیں وہ مراسیل زہری کے تعلق سے رقم طراز ہیں :

مراسيل الزهري كالمعضلِ لأنه يكون قد سقط منه اثنان ولايسوغ أن نظن به أنه أسقط الصحابي فقط ولو كان عنده صحابي لأوضحه ولما عجز وصله ولو أنه يقول عن بعض أصحاب النبي . (۱)

یعنی زہری کی مرسلات 'معضل' روایتوں کی طرح ہیں؛ اس لیے کہ اس کے دو راوی ساقط ہوتے ہیں اور یہ جائز نہیں کہ ہم یہ خیال قائم کریں کہ انھوں نے صرف صحابی کو ساقط کیا ہے۔ اگر صرف صحابی کے ساقط کرنے کی بات ہوتی تو وہ یقیناً صحابی کا ذکر کر دیتے؛ لیکن وہ ایسا کرنے سے عاجز و درماندہ رہے تو وہ اگر چہ کہیں کہ یہ روایت بعض صحابہ سے مروی ہے تاہم یہ مسموع نہ ہوگا۔

گویا امام ذہبی یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ زہری کی مراسیل دیگر مرسل روایتوں سے بھی کم درجے 'معضل' جیسی ہیں جن میں دو دو راوی ساقط ہوتے ہیں۔

اس طرح اسماء الرجال کے ائمہ کبار ہمیں اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ امام زہری کی - اپنی ثقاہت و عدالت کے باوجود جو اُن کی - مرسل روایتیں ہی وہ مذکورہ اَسباب و علل کے باعث ناقابل اعتبار اور غیر مقبول ہیں۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۶/۳۴۲۔

متن حدیث

گزشتہ صفحات میں مرسل امام زہری کے روایتی پہلو پر ہم تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں؛ لیکن اب اجمالاً اس روایت کے متن اور الفاظ پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ علما و محدثین اور ناقدین حدیث کے یہاں روایت قبول کرنے کے لیے اس کے متن اور الفاظ کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے۔ اور متن کے صحیح ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین کے اصولوں میں کسی اصول سے متصادم نہ ہو۔

جامع ازہر کے سابق عمید الکلیۃ فضیلۃ الشیخ علامہ محمد صادق ابراہیم عرجون نے چودہویں صدی میں سیرت النبی کے موضوع پر لکھی گئی اپنی معرکۃ الآرا کتاب 'محمّد رسول اللّٰہ - منھج و رسالۃ - بحث وتحقیق' میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے، اور اس روایت کو بڑی دقت نظری سے ملاحظہ کر کے اپنی کامیاب تحقیق منظر عام پر لائی ہے۔ اور اس پر شدید حیرت کا اظہار کیا ہے کہ صحیح بخاری کی تدوین کے بعد سے لے کر آج تک نہ کسی نے اس بحث کو اُٹھایا اور نہ کسی کو اس پر گہرائی و گیرائی سے تفکر و تدبر کی توفیق ہوئی۔ نتیجے میں یہ روایت یوں ہی صدیوں کے تواتر سے ہوتی ہوئی ہم تک پہنچ آئی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس حدیث پر بحث و تحقیق کی سعادت ہمیں بخشی۔

موقع کی مناسبت سے ہم اس کے چند نکات یہاں پیش کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں:

> سند کے صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ متن کا صحیح ہونا بھی شرط ہے یعنی ضروری ہے کہ وہ حدیث ایسے راویوں سے مروی ہو جو ثقہ اور پوری نگہ داشت کرنے والے ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ متن بھی صحیح ہو یعنی ایمان کے وہ اصول جو ائمہ دین کے نزدیک متفق علیہ ہیں ان اصولوں میں سے کسی اصول کے ساتھ یہ متن ٹکرا نہ رہا ہو اور ان قوی دلائل کے مخالف نہ ہو۔

پھر آگے بڑے پُر جلال لب ولہجہ میں فرماتے ہیں :

یہ روایت سے لگا ہوا بلاغ [اس کی سند کی صحت تسلیم کرتے ہوئے] اس حجت کے ساتھ کہ صاحب بلاغ ثقہ ہے اور ثقات سے روایت کرتا ہے، یہ بلاغ ایمان کے اصولوں میں ایک اہم اصول کے متصادم ہے اور وہ اصول انبیا و مرسلین کی عصمت ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر و باطن، ان کے افکار وخیالات اور سارے اعمال کی مکمل حفاظت فرما دی ہے؛ اس لیے ان سے کبھی کوئی ایسی چیز سرزد نہیں ہوسکتی جو ان کی نبوت اور رسالت میں شک پیدا کر سکے۔

اخیر میں فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں :

وهٰذه البلاغ الزهري لم يبق لعصمة النبي مكانا في مدة الحزن اليائس التي تقول أبطولة هٰذا البلاغ أنه مكثها ويغدو مرارا كي يتردى من شواهق الجبال . (۱)

یعنی اس زہری کے بلاغ (الفاظِ روایت) نے عصمت نبی کے لیے کوئی گنجایش ہی نہیں چھوڑی۔ یہ باطل بلاغ کہہ رہا ہے کہ اس پورے فترۂ وحی کے زمانے میں مایوس کن غم واندوہ کی حالت میں آپ بار بار اپنی زندگی کا چراغ گل کردینے کے لیے پہاڑوں کا رخ کرتے تا کہ وہاں سے خود کو گرادیں۔

شیخ صادق عرجون دوٹوک انداز میں ثابت کردینا چاہتے ہیں کہ یہ الفاظ ہمارے پیارے آقا و مولا ﷺ کی عصمت وتقدس کے سراسر منافی اور قطعی باطل ومردود ہیں۔

امام زہری کی مذکورہ روایت کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود اپنی نبوت ورسالت پر شک وارتیاب تھا حالانکہ حق تو یہ ہے کہ آپ کو اپنے نبی ورسول ہونے کا قطعی اور یقینی علم تھا؛ کیوں کہ ’اقرأ‘ کی آیات کا نزول ہو چکا تھا۔

امام زہری کے الفاظ کا گہرائی سے مطالعہ فرمائیں: جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر جاتے، جبرئیل امین ظاہر ہوتے اور عرض کرتے: **أنت رسول اللّٰه حقاً** ۔ آپ اللہ کے یقیناً

رسول ہیں۔اور پھر حضور ﷺ کو قرار آ تا اور واپس چلے آتے۔پھر جب انقطاعِ وحی کا سلسلہ دراز ہوتا پھر–معاذ اللہ–حضور پہاڑ کا رخ کرتے۔(۱)

ہم پہلے واضح کرآئے ہیں کہ اگر کوئی صاحب علم اس کا قائل ہوتا کہ ایک دفعہ حضرت جبرئیل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پیغام دے دیا پھر دوبارہ یہ اقدام حضور ﷺ نے نہ کیا تو بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ تعلیم وحکم آنے سے پہلے یہ فعل سرزد ہوا؛ مگر حیرت انگیز امر تو یہ ہے کہ یہ 'بلاغ' اس کا بھی ساتھ نہیں دے رہا، بلکہ یہ بلاغ تو کہہ رہا ہے کہ بار بار جبرئیل حضور اکرم ﷺ کے اس ارادے کے درمیان حائل ہوئے اور صرف پہلے فترۂ وحی میں نہیں بلکہ اس کے بعد جب بھی وحی رکتی اور انقطاع کا سلسلہ طویل ہوتا تو سید المعصومین ﷺ پہاڑ کا رخ فرماتے–نعوذ باللہ من ہذا البلاغِ الباطل–

اس بلاغِ زہری کے مسترد کرنے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ بلاغ دو چیزوں پر مشتمل ہے :

۱: ایک دیکھی جانے والی مشاہدہ میں آنے والی چیز جس کے وجود یا عدم وجود کو دیکھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں یعنی حضور ﷺ کا پہاڑوں کا رخ کرنا یہ مشاہدہ میں آنے والی چیز ہے۔

۲: دوسری چیز وہ ہے جو مشاہدے میں نہیں آسکتی، وہ دل کے اندر مخفی چیز ہے، اور وہ ہے دل کا اِرادہ۔اس کا علم کسی کو نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ صاحب معاملہ خود بتائے کہ اس کے دل میں کیا ہے، یا اس نے اپنے رازداروں کو بتایا ہو، پھر انھوں نے اسے بیان کیا ہو اور یہ متحقق ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کسی سے بیان نہیں فرمایا۔

ایک اور زاویہ فکر

ایک دوسرے زاویے سے اس روایت کا جائزہ لیں کہ رازدارِ مصطفےٰ حضرت خدیجہ

(۱) محمد رسول اللہ، شیخ صادق عرجون: ۱/۳۸۷۔

الکبریٰ جن سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی چیز نہ چھپاتے تھے خصوصاً دینی معاملات کی؛ کیوں کہ بھری کائنات میں سیدہ خدیجہ سے بڑھ کر نہ کوئی آپ کا ہمدرد تھا، نہ غم گسار۔انھیں آپ کے لمحے لمحے کی خبر تھی اور قدم قدم پر وہ آپ کی دمساز تھیں، وہ بھی اس حزنِ مسلسل اور کربِ متواتر کی ہمیں خبر نہیں دیتیں!۔

آخر حرا کی خلوتوں کا ذکر ہم سے کس نے کیا؟ غار میں وحی کی آمد، جبرئیل کی تشریف آوری، اِقرا کا نزول، اُس پر اضطرابِ رسول، اور پھر چچا ورقہ بن نوفل تک رسائی وغیرہ کے تذکرے ہمیں اُم المومنین ہی نے تو بتائے ہیں!۔تو اگر اتنی بڑی بات آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی زندگی میں وقوع پذیر ہوئی ہوتی تو وہ اسے صیغۂ راز میں کیوں رکھ چھوڑتیں!۔

تاریخ گواہ ہے کہ مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غم گینی آپ کی غم خوار بیوی نہ کبھی دیکھ سکتی تھی اور نہ دیکھا بلکہ فوراً اس کے ازالے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی، تو اب سوال یہی ہے کہ آخر فترۂ وحی کے کرب آثار موقع پر اُم المومنین کہاں تھیں جس نے وجودِ مصطفوی کو گہوارۂ کرب والم بنا رکھا تھا، اور بار بار شدید عالم حزن ویاس میں زندگی سے بے زار ہوکر آقا اپنا چراغِ حیات گل کرنے کے لیے پہاڑوں کی طرف چل نکلتے تھے۔

عقل ماننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ جو بیوی آپ کے ایک لمحے کے حزن والم کو برداشت کرنے کا یارا نہ رکھتی ہو وہ اس کربِ مسلسل میں آپ کو بھلا کیسے اکیلے چھوڑ دے گی اور کوئی راست مشورہ نہ دے گی۔

اور پھر یارِ غار، افضل البشر بعد الانبیا بالتحقیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہیں معاملاتِ نبوی کے پل پل کی خبر ہوتی تھی انھوں نے بھی اس تعلق سے ہمیں کوئی اِشارہ نہ دیا۔

باب العلم مولائے کائنات حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ جو گھر سے باہر تک سائے کی مانند آفتابِ نبوت کے ساتھ رہتے تھے اُن کی زبان بھی اس حوالے سے بالکل خاموش ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو جلوت وخلوت میں بارگاہِ رسالت سے چمٹے رہتے ، رازدارِ خانوادۂ نبوت تھے،اور ان پر کچھ مخفی نہ تھا۔آپ کا کام ہی یہی تھا کہ فرحت ومسرت یا کرب ودکھ کی کوئی خبر ملے اور جا کر صحابۂ کرام کے گوش گزار کردیں؛ لیکن وہ بھی اس سلسلے میں کوئی صدا لگاتے دکھائی نہیں دیتے!۔

تو مقامِ حیرت ہے کہ ماہتابِ نبوت کے گرد جھلملانے والے ستاروں یعنی اولین سابقین نے تو اس ماہتاب کے تعلق سے ہمیں کوئی خبر نہ دی، پھر صدی بیت جانے کے بعد امام معمر اور ان کے شیخ امام زہری اس سربستہ راز کو کہاں سے آشکار فرما رہے ہیں۔ أ ليس هٰذا أمر عجيب .

یہ اَمر متحقق ہے کہ مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑوں کی چوٹیوں پر قبل ظہورِ نبوت تشریف لے جاتے تھے۔حدیث وسیرت کا مطالعہ کرنے والوں پر عیاں ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا کی خلوتوں میں اللہ کی کائناتی آیات وعجائبات کا مشاہدہ فرماتے۔یہ ایک مشاہدہ کی چیز ہے۔اس کے وجود یا عدم وجود کا فیصلہ دیکھ کر اور مشاہدہ کرکے کیا جاسکتا ہے۔

روایت کی خوبصورت توجیہ

اِس تناظر میں مذکورہ روایت کی کیا اچھی توجیہ ہوگی کہ کچھ عرصہ کے لیے نزولِ وحی کا سلسلہ رک گیا۔کان سروشِ غیب کی لذتوں سے آشنا ہوچکے ہیں۔ روح اس پیغام کی لطافتوں کا مزا چکھ چکی ہے۔دلِ بےقرار کو ان پیارے پیارے جملوں میں سکون واطمینان کا ایک گراں بہا خزانہ مل گیا ہے۔غارِ حرا کا خلوت نشین اس لطف عمیم کے لیے سراپا انتظار ہے۔وہ لمحہ کب آتا ہے جب محبوبِ حقیقی کی دل نواز صدا فردوسِ گوش بنے گی۔روح کو قرار اور دل کو چین نصیب ہوگا۔کئی راتیں گزر گئی ہیں۔کئی دن بیت گئے ہیں؛ لیکن وہ

سعادت آگیں گھڑی دوبارہ نہیں آئی۔معلوم نہیں وہ قاصدِ فرخندہ فرکب آئے گا۔اگر وہ نہ آیا تو پھر کیا ہوگا۔اس جانِ حزیں پر کیا گزرے گی،دلِ مضطرب کا کیا حال ہوگا!۔(۱)

یعنی فترۂ وحی میں انھیں انوار وتجلیاتِ ربانی جو نزولِ وحی اور نزولِ آیات کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاہدہ میں آئیں انھیں کی دید اور اِشتیاق میں آپ پہاڑوں پر تشریف لے جاتے ہوں تاکہ پھر انھیں انوار وتجلیات کا مشاہدہ کرسکیں،اور پھر روح الامین حضرت جبرئیل اپنی ملکوتی نورانی شکل میں نظر آئیں اور حضور ﷺ کو ان سے قرار مل جائے۔

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے محبوب گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بے قراری اور بے چینی گوارا نہ ہوئی۔اور پھر کچھ ہی عرصہ بعد نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

نیز فترۂ وحی کے زمانے سے یہ مراد لے لیا جائے کہ اس عرصہ میں جو وحی کا نزول نہیں ہوا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بارگاہِ رسالت میں جبرئیل امین کی آمد ورفت کا سلسلہ منقطع ہوگیا،بلکہ اس کی حکمت یہ تھی پہلی وحی کے نزول کے وقت جو رعب اور ہیبت طاری ہوگئی تھی اس کا اَثر زائل ہوجائے،نیز دوبارہ وحی کے نزول کے لیے ذوق وشوق اپنے عروج پر پہنچے۔اس حدیث کی یہ ایک خوبصورت اور ایمان افروز توجیہ ہوسکتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

رہا ان پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس لیے آپ کا جانا کہ وہاں سے خود کو گرا کر جان دے دیں،یہ ایک پوشیدہ بات ہے جو دل کے نہاں خانے میں مخفی رہنے والی بات ہے، اس کا علم صرف اللہ علام الغیوب کو ہوسکتا ہے یا وہ صاحب راز حضور اکرم ﷺ جانتے جن کے دل میں وہ اِرادہ تھا جس کو کر گزرنے کا عزم کرتے تھے یا سرورِ کائنات ﷺ کسی اور کو اس پر اِطلاع دیتے!۔

---

(۱) ضیاء النبی،کرم شاہ ازہری:۲/۲۱۴۔

لیکن ذخائر حدیث میں ایسی کوئی حدیث نہیں ملتی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بارے میں کسی کو خبر دی ہو کہ انقطاعِ وحی کے دنوں میں آپ پہاڑ کی چوٹیوں پر جان دینے کے اِرادے سے جاتے ہوں؛ اس لیے اس بات کی نسبت حضور اقدس ﷺ کی طرف کرنا یقیناً ایک منکر اور باطل قول کو آپ کی طرف منسوب کرنا ہوگا جسے نہ عقل سلیم تسلیم کرسکتی ہے اور نہ اصولِ ایمان کے یہ مطابق ہوسکتی ہے!۔

حیاتِ طیبہ قول وعمل کے تضاد سے پاک

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے جہاں سارے پہلو درخشندہ وتابندہ ہیں وہیں آپ کی حیات مبارکہ میں قول وعمل کا کوئی تضاد بھی کہیں کھوجے سے نظر نہیں آتا، اور یہ ممکن بھی نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o (سورۂ صف:۶۱/۲)

اے ایمان والو! تم کیوں وہ کہتے ہو جو خود نہیں کرتے!۔

اب آپ دیکھیں کہ خودکشی کے تعلق سے اِرشادِ رسالت مآب ﷺ کتنا واضح ہے :

من تردی من جبلٍ فقتل نفسه فهو یتردی في نار جهنم خالداً مخلداً فیها أبداً . (۱)

یعنی جس نے پہاڑ سے گرکر اپنی جان دی وہ جہنم کی آگ میں اسی طرح ہمیشہ گرتا رہے گا، یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔

مقامِ غور ہے کہ جو عظیم ہستی پہاڑ سے گرکر خودکشی کرنے والے کے لیے یہ دردناک عذاب کی خبر دینے والی ہو وہی ہستی اپنی زندگی کے کسی مرحلے میں اسی خودکشی کے لیے

(۱) صحیح بخاری:۷/۱۳۹ حدیث:۵۷۷۸ ..... سنن نسائی کبریٰ:۱/۶۳۸ حدیث:۲۱۰۳۔

پہاڑوں پر جاتی رہی ہو، یہ کیسا خیالِ باطل ہے!۔کیا اس کے اِستبعاد اور ناممکن الوقوع ہونے میں کسی عاقل کو ادنیٰ تامل بھی ہوسکتا ہے!!۔

قارئین کرام! حدیث امام زہری کی کنہ وحقیقت کو روایۃً ودرایۃً دلائل وشواہد کی روشنی میں ہم جتنا واضح کر سکتے تھے ہم نے کر دیا۔ دل اگر تنقیص رسول کے آزار میں مبتلا نہیں ہیں تو اتنا بہت ہے؛ مگر منکرین جنہیں صرف اِنکار کی سوجھی رہتی ہے اور عظمت مصطفیٰ کی باتیں جنہیں ایک نہیں بھاتیں ان سے کچھ بعید نہیں کہ وہ ان دلائل کا بھی اِنکار کر دیں؛ لٰہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان شپرہ چشموں کے آگے انھیں کے گھر کی شہادتیں پیش کر دی جائیں۔

شیخ اَلبانی کی تائید

یوں تو عصر حاضر کے بہت سے عرب محققین نے اس روایت زہری پر اپنا ریمارک درج کرایا ہے؛ لیکن ہم یہاں غیر مقلدوں کے محبوب ومرغوب محدث شیخ البانی کا تجزیہ پیش کرنے ہی پر اِکتفا کرتے ہیں کہ ان کی تحقیق اِن لوگوں کے لیے حرفِ آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔وہ لکھتے ہیں :

> روایت زہری' ان کا بلاغ ہے، اور یقیناً یہ بڑھائے ہوئے الفاظ کسی ایسی سند سے ثابت نہیں جو قابل حجت ہو۔

آگے اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> **و إذا عرفت عدم ثبوت هٰذه الزيادة فَلَنا الحق أن نقول إنها زيادة منكرة من حيث المعنىٰ لأنه لا يليق بالنبي المعصوم أن يحاول قتل نفسه بالتردي من الجبل مهما كان الدافع له على ذٰلک وهو القائل : 'من تردى من جبلٍ فقتل نفسه فهو في نار جهنم يتردى فيها خالدا مخلدا أبدا .**

یعنی جب ان الفاظِ زائدہ کے بارے میں علم ہو چکا کہ یہ ثابت نہیں تو ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ الفاظ اپنے معنی کے لحاظ سے منکر ہیں؛ اس لیے کہ معصوم نبی ﷺ کی شایانِ شان نہیں کہ وہ خودکشی کرنے کے لیے پہاڑ سے گرنے کی کوشش کریں، اس کا سبب چاہے کچھ بھی ہو، جب کہ آپ کا اپنا فرمان ہے: 'جس نے پہاڑ سے گر کر اپنی جان دی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ اور بالدوام اسی طرح گرتا ہی رہے گا'۔(۱)

گویا محقق البانی نے بھی دوٹوک انداز میں واضح کر دیا کہ امام زہری کا یہ بلاغ وخیال' منکر و باطل ہے۔ اور مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیبہ ایسے بدنما دھبے سے پاک وصاف ہے۔ اِسے کہتے ہیں سحر صداقت جو سر چڑھ کر بولتا ہے۔ صحیح معنوں میں یہ حق ہے جو اپنے دشمنوں سے بھی اپنی حقانیت منوالیتا ہے۔ الحق یعلو ولا یُعْلٰی .

حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر سے ناراض؟!

اب آپ بخاری ہی میں موجود ایک دوسری مرسل امام زہری کا حال دیکھیں۔ یہ نظیر' موضوعِ زیرِ بحث کو سمجھنے میں شاید معاون ہو۔

حدثنا عبد اللّٰهِ بن محمد حدثنا هِشام أخبرنا معمر عن الزهرِي عن عروة عن عائِشة أن فاطِمة والعباس عليهِما السلام أتيا أبا بكر يلتمِسانِ مِيراثهما مِن رسولِ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليهِ وسلم وهما حِينئِذ يطلبانِ أرضَيهِما مِن فدک وسهمهما مِن خيبر فقال لهما أبو بكر سمِعت رسول اللّٰهِ صلى اللّٰه عليهِ وسلم يقول: لا نورَث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمَّد مِن هذا المالِ قال أبو بكر واللّٰهِ لا أدع أمرا

(۱) دفاع عن الحدیث النبوی: ۱/۴۱۔

رأيت رسول اللهِ صلى الله عليهِ وسلم يصنعه فِيهِ إِلا صنعته قال فهجرته فاطِمة فلم تكلِمه حتى ماتت . (۱)

یعنی عبداللہ بن محمد، ہشام، معمر زہری، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت ابوبکر ﷛ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے (ترکہ میں سے) اپنی میراث مانگنے آئے اور وہ دونوں اس وقت فدک کی زمین اور خیبر کی زمین سے اپنا حصہ وصول کرنا چاہ رہے تھے تو ان دونوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں۔ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔آل محمد صرف اس مال سے کھائیں گے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! میں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کام کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کو نہیں چھوڑوں گا اسے ضرور کروں گا۔انھوں نے (یعنی زہری نے) کہا کہ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنا جلنا بند کردیا اور ان سے گفتگو بھی چھوڑ دی یہاں تک کہ وفات پاگئیں۔

اس حدیث کے آخری ٹکڑے سے تو یہی باور ہوتا ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خفا ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ فرمایا۔حالانکہ یہ بات خاتونِ جنت کی عظمت سے بہت بعید ہے۔ہو نہ ہو یہ امام زہری کی روایت کا نقص ہے۔

امام زہری کی مرسل کے بارے میں امام بیہقی اپنا ریمارک درج کراتے ہیں :

وقد رده الشافعي بكونه مرسلا وبأن الزهرى قبيح المرسل وانا روينا عن عمر وعثمان ما هو أصح منه .(۲)

---

(۱) صحیح بخاری:۸/۱۴۹،حدیث:۶۷۲۵۔ (۲) بیہقی،السنن الکبری،رقم۲۳۱۶۱۔

یعنی امام زہری کے اس بیان کو امام شافعی نے اس بنیاد پر رد کردیا ہے کہ یہ مرسل ہے اور زہری کی مراسیل بہت قبیح ہیں۔ نیز حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے اس کے برعکس فیصلے زیادہ مستند طریقے سے مروی ہیں۔

اسی طرح یحییٰ بن سعید قطان اور دیگر ائمہ سے زہری کی مرسل کی تضعیف اوپر ثابت ہوچکی ہے؛ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملنا جلنا چھوڑ دینے کا قول بہت ہی ضعیف ہے،اور شانِ فاطمہ زہرا کے سراسر خلاف بھی۔

کیا شہزادیِ نبی، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سن کر ابوبکر صدیق سے ناراض ہوجائیں گی یہ قیاس کے بھی بالکل خلاف ہے!۔اور یہ بات یوں بھی عقل میں آنے والی نہیں ہے کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مقابلے میں حضرت فاطمہ کے پاس کوئی دوسرا حکم رسول ہوتا تو وہ ضرور اس موقع پر پیش کرتیں؛ لیکن ان کی خاموشی بتارہی ہے کہ ان کے پاس کوئی دوسرا حکم رسول نہیں تھا۔واللہ اعلم بالصواب۔

اِمام زہری کے تفردات

امام زہری کی مراسیل ہی صرف جرح وتنقید کا نشانہ نہیں بنیں بلکہ ان کے دیگر تفردات بھی تنقید کا ہدف بنے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ فرمائیں :

۱: امام قرطبی اپنی معرکۃ الآرا تفسیر 'الجامع لاحکام القرآن' میں لکھتے ہیں کہ 'زہری ان لوگوں میں سے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نہیں بلکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔(۱)

۲: امام زہری کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔(۲)

(۱) تفسیر قرطبی:۸۹/۱۵۔

(۲) نیل الاوطار،شوکانی:۲۱۹/۱۔

جب کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

إنما علينا الوضوء مما يخرج ليس مما يدخل . (۱)

یعنی وضوان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو جسم سے نکلتی ہیں اوران چیزوں سے نہیں جو جسم میں داخل ہوتی ہیں۔

۳: امام زہری نے تصریح کی ہے کہ جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت پر سلام پھیرا تھا اس پر سوال کرنے والے صحابی 'ذوالشمالین' ہیں حالانکہ یہ تحقیق کے بالکل خلاف ہے، بلکہ سوال کرنے والے صحابی کا لقب 'ذوالیدین' ہے۔ اور ان کا نام خرباق ہے جب کہ ذوالشمالین لقب رکھنے والے صحابی کا نام عمر الخزاعی ہے۔اس پر تمام محدثین اور شارحین کا اجماع ہے اور سب نے متفقہ طور پر زہری کی رائے کو غلط قرار دیا ہے۔(۲)

خلیفہ عادل امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ریمارک امام زہری کے تعلق سے کتنا جان دار ہے، وہ فرماتے ہیں :

ما أتاک به الزهري عن غيره فشد يدک به وما أتاک به عن رأيه فانبذه . (۳)

یعنی زہری جو تم کو دوسروں سے روایت کرتے ہوئے دیں تو اسے مضبوطی سے تھام لو، لیکن تم کو وہ جو اپنی رائے سے دیں اسے پھینک دو۔

شیخ زئی کی علمی خیانت: 'توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری' کے مصنف حافظ زبیر علی زئی نے مذکورہ مرسل زہری کے دفاع میں تقریباً چھ سات صفحات سیاہ کیے ہیں؛

(۱) حلیۃ الاولیاء، ابونعیم: ۳۲۰/۸ ..... سنن دارقطنی: ۱۵۱/۱۔
(۲) محمد رسول اللہ: ۳۹۴/۱۔ (۳) تاریخ الاسلام ذہبی: ۲۳۹/۸۔

لیکن بحث کا سارا زورِ صحت بخاری اور عدالت امام زہری ہی پر ارتکاز کرتا ہے، اصل روایت پر وہ کوئی محققانہ کلام پیش نہ کرسکے۔ اور پھر انھوں نے اِمام زہری کی ثقاہت کے بیان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مذکورہ قول پیش کیا ہے؛ مگر خیانت کا عالم یہ ہے کہ بجائے پورا قول نقل کرنے کے صرف اپنے مقصد کی بات کوٹ کر کے بقیہ سے چشم پوشی کرلی۔ لکھتے ہیں :

'تمہارے پاس زہری جو کچھ سند کے ساتھ لے کر آئیں تو اسے مضبوطی سے پکڑلو'۔(۱)

حالانکہ یہاں تک تو ہمیں بھی منظور ہے کہ امام زہری کی سند والی روایتیں قابل قبول ہیں؛ مگر اگلی بات کہ 'وما أتاک بہ عن رأیه فانبذہ اور وہ جو کچھ تمہیں اپنی رائے سے دیں اسے پھینک دو' یہ بات موقع کی مناسبت سے زیادہ اہم تھی کہ اسے بیان کیا جائے؛ لیکن چونکہ وہ ان کے ہدف سے متصادم تھی اس لیے صرفِ نظر کرلیا گیا۔

اور چونکہ زیر بحث روایت میں امام زہری نے بلا سند بات کردی ہے، جس کے باعث محدثین وناقدین نے اسے 'بلاغِ زہری' سے تعبیر کیا ہے، اور بلاغِ زہری کی حیثیت گزشتہ اوراق میں بےنقاب کی جاچکی ہے۔ یوں ہی شیخ زئی نے بعض اعتقادی مسائل پر اس کتاب میں طول طویل بحثیں کی ہیں؛ لیکن مزاج وہی کتر بیونت والا ہے۔ الامان والحفیظ

کیا صحیح حدیث صرف صحیح بخاری ہی میں ہے؟

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ صحیح بخاری درجۂ صحت میں سب سے اعلیٰ ہے، اور اسی تناظر میں اسے 'اصح الکتب بعد کتاب اللہ' کہا جاتا ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو کچھ بخاری میں نہیں ہے وہ صحیح نہیں ہے، جو یہ سمجھتا ہے، سمجھیں کہ اس کا دماغ صحیح نہیں۔ اہل علم نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ہر بات پر بخاری کا حوالہ طلب کرے اور دیگر حوالوں کو ماننے

(۱) توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری: ۲۴، مطبوعہ: نعمان پبلی کیشنز۔

سے اِنکار کردے تو اس کی جہالت میں شک کرنا بھی جہالت ہے۔

اس کے جاہل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ صرف بخاری ہی کے حوالے کو درست تسلیم کرتا ہے اور اصولِ حدیث کے متعلق کچھ جانتا ہی نہیں؛ کیوں کہ بخاری سے باہر بھی صحیح احادیث موجود ہیں اور بخاری سے زیادہ تعداد میں ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں امام بخاری کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح حدیث یاد ہیں۔(۱)

یہاں پر غیر صحیح سے مراد موضوع احادیث ہرگز نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جو انھوں نے بخاری شریف کے لیے معیار مقرر کیا اس پر پوری نہیں اُترتیں؛ ورنہ عین ممکن ہے کہ وہ دوسروں کے نزدیک درجہ صحیح پر فائز ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ بخاری شریف میں غیر مکرر تقریباً دو ہزار پانچ سو تیرہ (۲۵۱۳) احادیث مذکور ہیں اور بقول امام بخاری ایک لاکھ صحیح احادیث مجھے یاد ہیں تو باقی ستانوے ہزار سے زیادہ صحیح احادیث کہاں گئیں؟۔ لازمی بات ہے کہ وہ احادیث دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتب میں درج کی ہیں۔ لہٰذا صحیح بخاری کے علاوہ کسی دوسری حدیث کو صحیح نہ ماننا اصلاً امام بخاری کو رد کرنا ہے۔

نیز یہ بھی کہ امام بخاری کو صرف ایک لاکھ احادیث صحیحہ یاد تھیں تو کیا کل احادیث صحیحہ صرف وہی ہیں جو امام بخاری کو یاد تھیں، نہ جانے ان کے شیوخ واَساتذہ کے پاس کتنی صحیح احادیث تھیں اور انھیں یاد تھیں!۔

امام احمد بن حنبل جو امام بخاری کے اُستاد و شیخ ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے سات لاکھ احادیث یاد ہیں تو کیا انھیں یہ ساری غیر صحیح احادیث یاد تھیں؛ حالانکہ امام بخاری خود آٹھ مرتبہ بغداد شریف تشریف لے گئے، امام احمد بن حنبل کی بارگاہ میں حاضری دی، ان کے

(۱) مقدمہ فتح الباری: ۱/۲۵۴۔

گھر رہے، اوران کی خدمت کرتے ہوئے ان سے سماعِ حدیث کیا۔

خلاصہ بحث یہ نکلا کہ صحیح احادیث کو صرف بخاری ہی میں منحصر ماننا صداقت و دیانت کے خلاف ہے۔ بخاری کے علاوہ دیگر کتب بھی صحیح احادیث سے مزین ہیں۔ لہٰذا بات بات پر بخاری سے حوالہ طلب کرنا محدود ذہنیت اور کسی خاص ہدف کی غمازی کرتا ہے۔

ایک علمی لطیفہ

امام بخاری نے صحیح بخاری میں کتاب الوضو، باب ۶۳ 'البول قائما وقاعداً' کے تحت صرف کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے متعلق حدیث ذکر کی ہے اور پوری بخاری میں کسی مقام پر بیٹھ کر پیشاب کرنے سے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی؛ لہٰذا وہ لوگ جو بخاری شریف کے علاوہ کوئی اور حدیث ماننے کو تیار نہیں اور سمجھتے ہیں کہ بخاری کے باہر کوئی اور حدیث صحیح نہیں انھیں آج سے چاہیے کہ بیٹھ کر پیشاب کرنا بند کردیں اور یورپین اسٹائل اور امریکن کلچر کی طرف آجائیں؛ کیوں کہ بخاری شریف میں بیٹھ کر پیشاب کرنے کی کوئی حدیث مذکور ہی نہیں۔ باب ضرور قائم ہے:"**البول قائما و قاعدا**" (کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا) یعنی باب میں دونوں لفظ بیان کیے گئے ہیں؛ لیکن حدیث صرف کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی پیش کی گئی ہے۔(۱)

اور پھر امام بخاری نے اس کا ذکر تک نہیں کیا کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیوں کیا، اس کی وجہ کیا تھی؟۔ ہاں! امام حاکم نے مستدرک میں اس کی وضاحت کی ہے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھٹنوں میں درد تھا جس کے باعث آپ نے ایک دفعہ کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔ نیز آپ اس وقت ایک سفر کے دوران صحرا سے گزر رہے تھے۔ تو اگر صحیح بخاری کو ہی کل علم تصور کرلیا جائے اور بقیہ کتب

(۱) صحیح بخاری: ۱/۵۴ حدیث: ۲۲۴۔

سے آنکھیں موندلی جائیں تو اس قسم کے اعتراضات کا اہل علم کیا جواب دیں گے!۔

ہاں دوسرے ائمہ حدیث نے بیٹھ کر اور کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کے متعلق احادیث نقل کی ہیں اوران کے ذریعہ ہم بیٹھ کر پیشاب کرنے کی سنت کو سمجھتے ہیں؛ ورنہ اگر صرف بخاری ہی پر تکیہ کرلیں تو بیٹھ کر پیشاب کرنے کے حوالے سے کوئی سنت سمجھ میں نہ آسکے گی۔

بالکل یہی معاملہ 'آمین بالجہر' کا بھی ہے کہ باب تو قائم کیا ہے '**جهر الإمام بالتأمين**' مگر پوری صحیح بخاری میں امام بخاری نے اونچی آواز سے آمین کہنے کی ایک بھی حدیث درج نہیں فرمائی ہے۔یوں ہی رفع یدین اورقراءت خلف الامام وغیرہ کے نظائر بھی پیش کیے جاسکتے ہیں؛ لیکن اس مختصر سے رسالہ کو ان طویل بحثوں کا متحمل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

تسامحاتِ بخاری

تفرداتِ امام زہری، مغالطۃ العوام اور روایت زیر بحث کی حقیقت کو اُجاگر کرنے کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری کے اِس تسامح کے ساتھ بعض دیگر تسامحات کی بھی نشاندہی کرتے چلیں؛ ورنہ عام ذہن یہ بنا ہوا ہے کہ صحیح بخاری میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہی ہے اوراس کتاب میں خطا وہم کا کوئی گزر نہیں (جیسا کہ اوپر بیان ہوا)۔اس لیے اب ہم اختصار کے ساتھ واضح کریں گے کہ صرف یہی ایک مقام نہیں جہاں امام بخاری سے تسامح ہوا بلکہ بہت سے مقامات ہیں جہاں تسامحات ہیں۔ملاحظہ فرمائیں :

1: امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے تخریج کی ہے :

أن بعض أزواج النبيﷺ قلن للنبيﷺ أينا أسرع بک لحوقا؟ قال أطولکن يداً، فأخذوا قصبةً يذرعونها فکانت

سودة أطولهن يدا فعلمنا بعد إنما كانت طول يدها الصدقة وكانت أسرعنا لحوقا بهﷺ وكانت تحب الصدقةَ . (۱)

یعنی نبی کریم ﷺ کی بعض ازواجِ مطہرات نے عرض کیا کہ سب سے پہلے ہم میں سے کون آپ سے ملے گی؟ فرمایا: سب سے لمبے ہاتھ والی۔ چنانچہ امہات المومنین ایک لکڑی لے کر اپنے ہاتھ ناپنے لگیں،ان میں حضرت سودہ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا؛ حالانکہ حضور اکرم ﷺ نے لمبائی سے مراد صدقہ لیا تھا۔ چنانچہ سودہ کا سب سے پہلے وصال ہوا،اور وہ صدقہ کرنا زیادہ پسند کرتی تھیں۔

اس روایت میں 'وكانت أسرَع لحوقا به' میں 'كانت' کی ضمیر حضرت سودہ کی طرف راجع ہے جس سے ثابت ہوا کہ اُمہات المومنین میں سب سے پہلے حضرت سودہ کا وصال ہوا۔ جب کہ یہ تحقیق کے بالکل خلاف ہے۔ محدثین، شارحین اور اہل سیر ومؤرخین کا اِتفاق ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش قریشیہ کا وصال ہوا۔

علامہ ابن اثیر جزری ام المومنین حضرت زینب کے حالات میں لکھتے ہیں :

كانت أول نساء رسول الله لحوقا به كما أخبر رسول الله ﷺ وتوفيت سنة عشرين ودفنت بالبقيع .(۲)

یعنی اُمہات المومنین میں سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ سے ملنے والی بیوی حضرت زینب ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی۔ان کا وصال ۲۰ھ میں ہوا اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔

مزید تشریح کرتے ہوئے آگے فرماتے ہیں :

(۱) صحیح بخاری:۲/۱۱۰حدیث:۱۴۲۰۔
(۲) سیر اعلام النبلاء:۲/۱۴۹۔

وكانت زينب كثيرة الخير والصدقة . (۱)

یعنی حضرت زینب صدقہ وخیرات خوب فرمایا کرتی تھیں۔

2: امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت زینب بنت ابوسلمہ سے روایت کی ہے :

لما جاء نعي أبي سفيانَ من الشام دعت أم حبيبة بصُفرةٍ في اليوم الثالث فمسحت عارضَيها وذِراعَيها . (۲)

یعنی شام سے حضرت ابوسفیان کے اِنتقال کی خبر جب مدینہ منورہ پہنچی تو اُم المومنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن زرد خوشبو منگائی اور اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر لگایا۔

اس روایت میں صراحت ہے کہ حضرت ابوسفیان کے وصال کی خبر شام سے آئی۔ یعنی ان کا اِنتقال شام میں ہوا، حالانکہ یہ تحقیق کے سراسر خلاف ہے۔اصحابِ سیر اور مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوسفیان کا وصال مدینہ طیبہ میں ہوا۔

امام شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں :

توفي بالمدينة سنة إحدى وثلاثين . (۳)

یعنی ابوسفیان کی وفات ۳۱ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

3: امام بخاری نے اخراج کیا ہے :

حدثنا عبدالعزيز بن عبد الله قال حدثنا إبراهيم بن سعد عن أبيه عن جعفر بن عاصم عن عبدالله بن مالک بن بحينة . (۴)

(۱) اسد الغابۃ: ۱۳۹/۷-۱۴۰۔
(۲) صحیح بخاری: ۸۷/۲حدیث: ۱۲۸۰۔
(۳) سیر اعلام النبلاء: ۴۱۸/۳......الاصابۃ: ۲۷۱/۲......اسد الغابۃ: ۳۷/۲۔
(۴) صحیح بخاری: ۱۳۳/۱حدیث: ۶۶۳۔

اس سند کے خط کشیدہ الفاظ کو ملاحظہ فرمائیں: مالک کو **بحینہ** کا بیٹا لکھا گیا ہے جب کہ تحقیق یہ ہے کہ **بحینہ** کے شوہر کا نام مالک ہے۔اس مقام پر دوسرا تسامح یہ ہے کہ اسی روایت میں کچھ آگے چل کر یہ الفاظ آئے ہیں: **سمعتُ رجلاً من الأزد یقال له مالک بن بحینة أن رسول اللّٰہ ﷺ** اس میں تسامح یہ ہے کہ حدیث کا راوی مالک کو بتایا گیا ہے جب کہ صحیح یہ ہے کہ حدیث کے راوی عبداللہ ہیں جو **بحینہ** کے صاحبزادے ہیں اور مالک تو ایمان سے محروم رہا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نقد فرماتے ہیں :

الوھم فیه موضعین أحدھما أن بحینة والدة عبد اللّٰہ لا مالک وثانیھما أن الصحبة لعبد اللّٰہ لا لمالک . (۱)

یعنی اس روایت میں دو جگہوں پر تسامح ہے: ایک یہ کہ **بحینہ** عبداللہ کی والدہ ہیں نہ کہ مالک کی۔اور دوسرا تسامح یہ ہے کہ صحبت (یعنی صحابی ہونے کا شرف) عبداللہ کو حاصل ہے نہ کہ مالک کو۔

محبوب اپنی جان نہ گھلائیں!

حدیث بخاری کی تنقید و تحلیل اور موضوعِ زیر بحث پر مفصل و تشفی بخش گفتگو کرنے کے بعد اب ہم ایک اور شبہے کے اِزالے کی طرف اپنے قلم کا رخ کرتے ہیں جسے قرآن کریم کی آیتوں کے شکم سے نکالنے کی سعی نامحمود کی گئی ہے- حالانکہ یہ آیت اپنے معنی و مفہوم میں بالکل بےغبار ہے- اور وہ یہ کہ روایت مذکور میں جو بات کہی گئی ہے کچھ اسی انداز کی بات قرآن کریم کی سورۂ کہف اور سورۂ شعرا کی ابتدائی آیات میں بھی کی گئی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان جوکھم میں ڈالنے کا ذکر ہے۔

لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس اعتراض کا حقیقت واقعی سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

(۱) فتح الباری شرح صحیح البخاری:۱/۲۹۔

یہ محض منکرین کی بوکھلاہٹ ہے اور پھر کھسیانی بلی کھمبا نوچنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتی ہے!۔

قارئین باتمکین! چمنستانِ حدیث کی سیر کرنے کے بعد آیئے اب چلیں کچھ دیر وادیِ تفسیر کی بھی سیر کر لیتے ہیں۔قرآن کریم کی دو معروف آیتیں ہیں: ایک سورۂ کہف کی اِبتدا میں اور دوسری سورۂ شعرا کے آغاز میں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلیٰ اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا o (سورۂ کہف:۱۸/۶)

(اے حبیبِ مکرم!) تو کیا آپ ان کے پیچھے شدتِ غم میں اپنی جانِ (عزیز بھی) گھلا دیں گے اگر وہ اس کلامِ (ربانی) پر ایمان نہ لائے!۔

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ o (سورۂ شعراء:۲۶/۳)

(اے حبیبِ مکرم!) شاید آپ (اس غم میں) اپنی جانِ (عزیز) ہی دے بیٹھیں گے کہ وہ ایمان نہیں لاتے!۔

شانِ نزول: یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب کہ اہل مکہ نے مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا، اور یہ آپ پر بہت شاق گزرا؛ کیوں کہ آپ ان کے ایمان کے بہت حریص تھے۔(۱)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ابن ہشام، نضر بن حارث، عاص بن وائل، اسود بن مطلب اور ابوالبختری قریش کی ایک مجلس میں جمع تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری دل سوزی اور اخلاص کے ساتھ کفار کو دعوتِ توحید دی تو انھوں نے اس پیکرِ خلوص کی دعوتِ حق کو قبول کرنے کی بجائے اس کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا اور صبح وشام طعن وتنقید ان کا مشغلہ بن گیا۔

(۱) تفسیر مظہری:۷/۷۸۔

اس غیر منصفانہ طرزِ عمل پر تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیق ورحیم دل کو بہت تکلیف ہوئی۔خلوص آمیز تبلیغ کی تضحیک واِنکار آپ کے لیے نہایت پریشانی اوردکھ کا باعث ہوا۔ چنانچہ ایسے قلب سوز اورقلق آگیں موقع پر یہ آیت کریمہ آپ کوتسلی وحوصلہ دینے کے لیے نازل ہوئی۔(۱)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: باخع کا معنی ہے شدتِ غم سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا۔اگرکوئی شخص انتہائی ناگواری کے ساتھ کسی چیز کو مان لے یا اس کا اِقرار کرلےتو اس کو بھی باخع کہتے ہیں۔اس آیت میں آپ کواس پر برانگیختہ کیا ہے کہ آپ کفارکےایمان نہ لانے پرغم وافسوس کرنا چھوڑدیں۔

نیز اس کا ایک لغوی معنی یہ بھی ہے کہ جورگ ٬ ریڑھ کی ہڈی میں سے گزرتی ہوئی گردن میں پہنچتی ہے اسے بَخَاعٌ کہتے ہیں۔ذبح کرتے وقت چھری جب یہاں تک پہنچ جائےتو ذبح مکمل ہوجا تا ہے،اسی سے لفظ باخع ماخوذ ہے۔

لبید بن ربیعہ کا مندرجہ ذیل شعر بھی اسی معنی کوآشکارکررہا ہے ۔

لعلک یوماً إن فقدت مزارھا

علیٰ بعدہٖ یوماً لنفسک باخعُ

یعنی اگرتو نے اس کے بعد اس کے (نشانِ) مزار کو نہ پایا تو کیا (کرب وغم سے نڈھال ہوکر) تم اپنے آپ کوتباہ کرڈالوگے!۔(۲)

ایک حدیث پاک میں بھی یہ مادہ اِستعمال ہوا ہے۔ارشادِرسالت مآب ہے :

أتاھم أھل الیمن ھم أرق قلوبا و أبخع طاعة . (۳)

(۱) تفسیر درمنثور:۴/۵۵۴۔

(۲) المفردات اصفہانی:۱/۴۸۔

(۳) تفسیر قرطبی:۱۴/۳۲۶......تفسیر حقی:۶/۱۹۰۔

یعنی مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اہل یمن حاضر ہوئے، ان کا حال یہ تھا کہ وہ رقیق القلب اور طاعت و بندگی میں جان پر کھیل جانے والے تھے۔ (یعنی طاعت خداوندی میں اپنے نفوس پر اتنی سختی کرتے تھے کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے)۔

آیت کے شانِ نزول اور اس کی لغوی تعبیر کے بعد اب آپ ذرا مکی دور کے خون آشام منظر کو آنکھوں کے سامنے لائیں اور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغی سعی پیہم کو بھی مدنظر رکھیں کہ شبانہ روز کوششوں کے باوجود کفار- دامن اسلام میں پناہ لینے کی بجائے- اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں بڑھتے چلے جارہے ہیں، بلکہ اسلام سے ان کی نفرت میں آئے دن اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اس المناک صورتِ حال کو دیکھ کر اس قلب شفیق پر جو گزرتی ہوگی اس کا اندازہ خداوند قدوس کے سوا اور کون لگا سکتا ہے!۔

ذرا سوچیں کہ دو مختلف انتہائیں ہیں: اُدھر جور و جفا کا یہ حال ہے کہ کسی معقول بات پر بھی غور نہیں کرتے، کان نہیں دھرتے بلکہ اُلٹا مذاق اُڑاتے ہیں اور اِدھر رافت ورحمت کی یہ کیفیت ہے کہ ہر قیمت پر انھیں ہلاکت کے گرداب میں گرنے سے بچانے کا خیال ہر وقت بے چین رکھتا ہے۔

مسجد حرام کے صحن میں، بازارِ مکہ کی ہنگامہ پرور فضاؤں میں، ان کی نشست گاہوں میں اور ان کے خلوت کدوں میں جا جا کر انھیں سمجھایا جارہا ہے۔ وہ بار بار جھڑکتے ہیں، ناراض ہوتے ہیں، پھرتے نہیں؛ لیکن اخلاص و محبت کا یہ چشمۂ رواں ہی رہتا ہے۔

جب رات کی خاموشی چھا جاتی ہے، ساری آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں، تو یہ اُٹھتا ہے، اپنا سر نیاز بارگاہِ بے نیاز میں جھکاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے رو رو کر ان کی ہدایت کے لیے درد و سوز میں ڈوبی ہوئی التجائیں کرتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ہدایت کی روشنی سے محروم رہا تو اس کی جان پر بن آئے گی۔

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بے چینی و اضطراب کو دیکھتا ہے جس میں کوئی ذاتی منفعت نہیں۔ وہ ان آہوں کے سوز سے واقف ہے، وہ ان آنسوؤں کو جانتا ہے جو اس کے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم مازاغ کی پلکوں پر جھلملاتے ہیں، اور پھر مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی رحمت کی بھیک مانگنے کے لیے گر پڑتے ہیں۔

یہ بے خوابیاں، یہ بے تابیاں کن کے لیے ہیں؟ ان کے لیے جو جان کے دشمن اور خون کے پیاسے ہیں، اور جنھوں نے ستم رانیوں کی پوری ایک خون آشام تاریخ لکھ ڈالی ہے، بلکہ بسا اوقات آپ کی حالت دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ آپ شدتِ غم سے ان کے پیچھے جان ہار جائیں گے۔ تو ایسے نازک موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے شفقت ورحمت کے پیکر محبوبِ داور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ پیارے! آپ ان نامرادوں کا اِتنا غم مت کیجیے۔ آپ ان کے غم میں کیوں گھلے جا رہے ہیں۔ آپ تو ان کے پیچھے لگ رہا ہے اپنی جان کی بازی لگا دیں گے۔ آخر اتنا دلگیر اور غمزدہ ہونے کی بھی کیا ضرورت ہے!۔ آپ نے اپنا فرضِ منصبی بڑی خوش اسلوبی و جاں فشانی سے اَدا کر دیا۔ ایمان لانا نہ لانا یہ ان کا اپنا کام ہے۔ اگر یہ کور بخت ایمان نہیں لائیں گے تو یہ ان کا نصیب ہے، وہ خود اس کی سزا بھگتیں گے، آپ کو تھوڑے ہی اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا!۔(۱)

بیہقی وقت علامہ ثناء اللہ پانی پتی کے مطابق ان آیات میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس کیفیت کو اس شخص سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس کو اپنے دوست واَحباب چھوڑ گئے ہوں اور وہ ہجر و فراق کی طویل رات میں گھائل ہو رہا ہو۔ گویا آپ بھی درد و فراق میں مبتلا شخص کی طرح ان کے ایمان نہ لانے پر غم واندوہ میں مبتلا ہیں۔(۲)

(۱) ضیاء القرآن بحذف واضافہ:۱۴۱۹/۳۔
(۲) تفسیر مظہری:۱۳/۶۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کو اپنی اُمت سے حد درجہ پیار تھا اوران پر رحمت وشفقت کرنے میں آپ کی مثال اولین وآخرین میں نہیں ملتی۔ساتھ ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام کی تبلیغ اورعبودیت کی اَدائیگی میں آپ مافوق الامکان اُمور انجام دیتے تھے یہاں تک کہ خود پروردگارِ عالم کو روکنا پڑتا۔ چنانچہ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ مثلاً آپ کو مالک الملک کی طرف سے مال خرچ کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے گھر کا سارا اَثاثہ ہی راہِ خدا میں لٹا دیا یہاں تک کہ جسم اطہر سے قمیص اُتار کر کسی مسکین کو عنایت فرمادی اور خود بے قمیص ہوکر گھر میں بیٹھ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آئندہ ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ (سورۂ اسراء: ۲۹/۱۷)

اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا رکھو (کہ کسی کو کچھ نہ دو) اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول دو (کہ سب کچھ ہی دے ڈالو) کہ پھر تمہیں خود ملامت زدہ (اور) تھکا ہارا بن کر بیٹھنا پڑے۔

تاویلاتِ نجمیہ میں یہ بھی آیا ہے کہ ان آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اَدب سکھایا ہے کہ آپ اپنی اُمت پر شفقت ورحمت میں اس حد تک نہ بڑھ جائیں جس سے آپ کو مشقت کا سامنا کرنا پڑے، پھر اس طرح آپ زیادہ تر انھیں کے ساتھ منسلک ہوجائیں گے اور یہ آپ کے شایانِ شان نہیں۔ نیز اس میں تفریط سے بھی روکا گیا ہے کہ آپ اپنی اُمت کے لیے سخت دل بھی نہ ہوں۔ بہرحال! اِعتدال کا درس دیا گیا ہے تاکہ آپ خالق سے بھی واصل رہیں اور مخلوق میں بھی شامل۔

ترا مہر حق بس ز جملہ جہاں ۞ بر واز نقوش سوے سادہ باش
بہار وخزاں راہمہ درگزر ۞ چو سروِ سہی دائم آزادہ باش(۱)

(۱) فیض الرحمٰن ترجمہ روح البیان: پارہ:۱۶/۲۹۷۔

یعنی تجھے لطف حق جملہ جہان سے کافی ہے۔سو ماسوا اللہ کے نقوش سے فارغ ہو جا۔ بہار وخزاں دونوں سے گزر جا، اور سروِ سہی کی طرح آزادرہ۔

بعض مشائخ طریقت نے آیت میں مذکورہ حزن ویاس کے ذیل میں لکھا ہے کہ حزن دراصل اہل فضل وکمال کا زیور ہے۔ بڑا خوش قسمت ہے کہ وہ انسان کہ جس کا اُوڑھنا بچھونا حزن بن جائے بلکہ حزن وملال اس کے اندر گھر کر جائے یہاں تک کہ اس کا کھانا پینا بھی حزن ہو، اسی سے چوٹی کے کاملین اور انبیا و مرسلین لذت وغذا پاتے ہیں بلکہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی بندے سے پیار کرتا ہے تو اس کے دل کو حزن وملال کا آئینہ دار بنا دیتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ جس کو حزن وملال نصیب نہیں وہ عبادت کے ہر ذوق سے محروم ہے۔

حافظ شیرازی قدس سرہ العزیز نے اسی مفہوم کی عکاسی فرمائی ہے ؎

روے زردست وآہِ دردآلود ☆ عاشقاں را دواے رنجوری

یعنی عشاق کی بیماری ورنجوری کا علاج آہِ دردآلود اور روے زرد (یعنی حزن وملال) سے ہوتا ہے۔

گویا تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدتِ غم اور کثرتِ حزن دے کر شانِ عبودیت کی اعلیٰ منزلوں اور قرب ووصال کی پُر کیف رفعتوں تک لے جایا جارہا تھا۔ یہ محبوب ومحبّ کے نازوانداز ہیں، ہم نِرے بے سُرے اور بے ذوق لوگوں کو ان کیفیتوں کی کیا خبر!۔ ع: لذتِ مے نہ شناسی، بخدا تانہ چشی.

اور پھر ان آیات کا اُس زیر بحث روایت سے کیا تعلق بنتا ہے کہ یہاں یہ بات گنبد خضرا کے مکین ﷺ کے قلبِ حزین کی تسکین کے لیے محاورۃً کہی گئی ہے کہ رحمت وشفقت سے معمور آپ کا دل چونکہ ہر کسی کو نورِ ایمان سے جگمگاتا ہوا دیکھنے کا آرزومند ہے؛ اور شقاوت نصیبوں کے حق میں آپ کی یہ آرزو جب پوری ہوتی نظر نہیں آتی تو آپ کے دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے اور آپ کی رحمت کا چہرہ اُداس ہو اُٹھتا ہے؛ ورنہ سرکار دوعالم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کفار ومشرکین کے پاس کوئی اپنے جان کی بازی لگانے نہیں جارہے تھے۔جب کہ مذکورۃ الصدر روایت میں فترۂ وحی کے موقع پر آپ کے بہ نفس نفیس پہاڑ کی چوٹیوں پر جاکر اپنی زندگی کے چراغ کو خود اپنے ہاتھ سے گل کردینے کا ذکر ہے، جو یقیناً خودکشی کی شکل ہے جس کا اِسلام سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں چہ جائے کہ پیغمبر اسلام سے اس کا سر رشتہ جوڑا جائے۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خلاصۂ بحث

اِن ساری بحثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ بخاری میں موجود خودکشی والی روایت' امام زہری کے بلاغ یا مراسیل سے ہے،اور بلاغ ومرسلِ زہری کا حال آپ اوپر تفصیل سے پڑھ آئے ہیں،اور یہ کہ یہ روایت سنداً ومتناً بالکل باطل ومنکر ہے؛ نیز یہ اصولِ ایمان کے بھی منافی ہے،جس کے شواہد وتوابع میں بہت سی مزید مفید باتیں بھی آپ کی ضیافت طبع کے لیے پیش کردی گئی ہیں۔اللہ فہم دین اور تفہیم حدیث کی توفیق عطا فرمائے۔

ماننے والوں کے لیے اتنے حوالے بھی بہت کافی ہیں اور جو لوگ شقاق ونفاق کے مرض میں مبتلا ہیں انہیں کوئی دلیل بھی مطمئن نہیں کرسکتی؛ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر روشن آفتاب کی ضیابار کرنیں نادیدگی کا شکار ہوجائیں تو اس میں 'چشمہ آفتاب راچہ گناہ'!!!۔

اخیر میں انتہائی قلق کے ساتھ شکوہ کرنا پڑ رہا ہے کہ منکرین عظمت رسالت نے نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اپنے عوام کو اتنا جری اور گستاخ بنادیا ہے کہ وہ لوگ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشوکت پر زبانِ طعن دراز کرتے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے کہ وہ اُمتی ہوکر اپنے ہی پیغمبر کے خلاف زبان کھول رہے ہیں۔دنیا کی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسی نامراد قوم ہوگی جس نے اپنے مذہبی پیشوا کی شان گھٹاکر اپنے جذبے کو تسکین فراہم کی ہو۔خدا ایسے شقی القلب لوگوں کے شر سے اُمت کے پاک طینت اَفراد کو ہمیشہ محفوظ رکھے۔آمین یارب العالمین۔□□□

کتابیات:

اِس کتاب کی ترتیب کے دوران بہتیری کتابیں زیرِ مطالعہ رہیں؛ مگر جن کتابوں سے بطورِ خاص مدد لی گئی اور اِستفادہ کیا گیا، اُن کے اَسمایہ ہیں :

- **قرآن کریم .** اِبتداے نزول: ۶۱۰ء- اِنتہاے نزول: ۹/ذی الحجہ ۱۰ھ/ ۶۳۲ء
- **مصنف عبد الرزاق :** ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی [۲۱۱ھ]
- **تاریخ یحیٰ بن معین :** ابوزکریا یحیٰ بن معین [۲۳۳ھ]
- **مسند امام احمد بن حنبل :** امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی [۲۴۱ھ]
- **سنن دارمی :** امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی [۲۵۵ھ]
- **صحیح بخاری :** امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری [۲۵۶ھ]
- **صحیح مسلم :** امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری [۲۶۱ھ]
- **سنن ابن ماجه :** امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی [۲۷۳ھ]
- **سنن ابی داؤد :** امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث [۲۷۵ھ]
- **جامع ترمذی :** امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی [۲۷۹ھ]
- **غریب الحدیث للحربي :** ابواسحٰق ابراہیم بن اسحٰق حربی مروزی [۲۸۵ھ]
- **المجالسة و جواهر العلم :** ابوبکر احمد بن مروان بن محمد دینوری مالکی [۲۹۸ھ]
- **سنن نسائی :** امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی [۳۰۳ھ]
- **صحیح ابن خزیمة :** محمد بن اسحٰق بن خزیمہ [۳۱۱ھ]
- **صحیح ابن حبان :** ابوالشیخ محمد بن حبان [۳۵۴ھ]

- الكامل لابن عدي : ابواحمد عبداللہ بن عدی [۳۶۵ھ]
- تفسير ابن ابی حاتم : ابومحمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم رازی [۳۶۷ھ]
- سنن الدار قطني : ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی [۳۸۵ھ]
- الإبانة الكبریٰ لابن بطة : ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن عکبری حنبلی [۳۸۷ھ]
- المستدرک : امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری [۴۰۵ھ]
- حلية الأولياء : ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]
- الإصابة في معرفة الصحابة : ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی [۴۳۰ھ]
- الاستيعاب في معرفة الأصحاب : ابوعمر یوسف بن عبدالبر [۴۵۳ھ]
- الرسالة الباهرة : ابومحمد ابن حزم علی ظاہری [۴۵۶ھ]
- السنن الكبریٰ للبيهقی : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- دلائل النبوة للبيهقي : ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی [۴۵۸ھ]
- مفردات القرآن : ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی [۵۰۲ھ]
- الفائق في غريب الحديث و الأثر : جاراللہ ابوالقاسم محمود زمخشری [۵۳۸ھ]
- الشفا بتعريف حقوق المصطفیٰ : ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ [۵۴۴ھ]
- أسد الغابة : محبّ الدین مبارک بن محمد جزری ابن اثیر [۶۰۶ھ]
- النهاية في غريب الأثر : محبّ الدین مبارک بن محمد جزری ابن اثیر [۶۰۶ھ]
- المغني في علم الحديث : عمر بن زید بن بدر بن سعید موصلی حنفی [۶۱۹ھ]
- الجامع لأحكام القرآن : ابوعبداللہ محمد بن احمد ابی بکر قرطبی [۶۷۱ھ]
- تقريب النووي : حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی [۶۷۶ھ]
- أنوار البروق في أنواع الفروق : احمد بن ادریس شہاب الدین قرافی [۶۸۴ھ]

- تاج العروس : احمد بن محمد اسکندرانی [۷۰۹ھ]
- لسان العرب : محمد بن مکرم انصاری افریقی مصری [۷۱۱ھ]
- کشف الأسرار : عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری [۷۳۰ھ]
- تهذیب الکمال : جمال الدین یوسف بن ترکی مزی [۷۴۲ھ]
- سیر أعلام النبلاء : حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- میزان الاعتدال في نقد الرجال : حافظ ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- تاریخ الإسلام : حافظ ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- العبر في خبر من غبر : حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن احمد ذہبی [۷۴۸ھ]
- النکت مقدمة ابن الصلاح : شیخ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی شافعی [۷۹۴ھ]
- فتح الباری : ابوالفضل احمد بن علی معروف بہ ابن حجر عسقلانی [۸۵۲ھ]
- عمدة القاری: بدرالدین محمود بن احمد عینی [۸۵۵ھ]
- تفسیر درّ منثور : جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی [۹۱۱ھ]
- الزواجر عن اقتراف الکبائر : شہاب الدین احمد بن محمد بن حجر ہیثمی مکی [۹۷۴ھ]
- فیض القدیر : شمس الدین عبدالرؤف مناوی شافعی [۱۰۳۰ھ]
- تفسیر روح البیان : ابوالفداء شیخ اسمٰعیل حقی بروسوی [۱۱۳۷ھ]
- شرح ابن بطال : عمرو بن زکریا بطال برہانی اشبیلی [۱۱۷۶ھ]
- تفسیر مظهری : قاضی محمد ثناء اللہ مظہری پانی پتی [۱۲۲۵ھ]
- نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار : قاضی ابوعبداللہ محمد یمنی شوکانی [۱۲۵۰ھ]
- تفسیر روح المعاني : ابوالفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی [۱۲۷۰ھ]
- أسنی المطالب في أحادیث مختلفة المراتب : درویش بیروتی حنفی [۱۲۷۶ھ]

- بهار شريعت : صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی گھوسوی [۱۳۶۷ھ]
- تفسير ضياء القرآن : ضیاءالامت پیر کرم شاہ ازہری [۱۴۱۸ھ]
- سيرة ضيـاء النبى : ضیاءالامت پیر کرم شاہ ازہری [۱۴۱۸ھ]
- جـــاء الحق : مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی بدایونی [۱۹۷۱ھ]
- دفاع عن الحديث النبوي : شیخ محمد ناصرالدین البانی [۱۹۹۹ھ]
- محمَّد رسوْل الله : شیخ محمد صادق ابراہیم العرجون،سابق عمید الکلیۃ جامعہ الازہر،مصر
- مرويات الإمام الزهري : شیخ محمد بن محمد العواجی
- عصمت أنبياء اور مرسل امام زهري : شیخ الحدیث علامہ افتخار احمد اعظمی مصباحی۔
- توفيق الباري في تطبيق القرآن والبخاري : حافظ زبیر علی زئی

يقول أبو الرفقة **محمّد افروز القادری الجریاکوتی** – أدام الله له سلوک سبيل السنة و الجـمـاعة – هٰذا ما وفقني الله تبارک و تعالىٰ و أعانني عليه من وضع هٰذا الكتاب الذي دأبتُ في ترتيبه و تحقيقه و تخريجه بكل ما في وسعي و طاقتي و ﴿ لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا مَا آتٰهَا ﴾ [طلاق : ۷]

و إنـي أسـئـل الـلّٰه سبحانه و تعالىٰ أن يجعل عملي هٰذا و جهدي خالصاً لوجهه الكريم و هـدية الىٰ جـناب سيدي رسول الله العظيم أنجو به من نار الجحيم و ما توفيقي إلا بالله العظيم عـليـه تـوكـلت و إليه أنيب . قـد بدأت عمل الترتيب والتحقيق يوم الجمعة ' الثالث عشر من ذى الـقـعـدة الحرام عام – ١٤٣٤ھ – الـمـوافق شهر سبتمبر – ٢٠١٣ء – و كـان الـفـراغ منه –بـفـضـل الـلّٰـه و منته و توفيقه و معونته– في ليلة يوم الاثنين ' الثانی وعشرين من ذي القعدة الحرام عام – ١٤٣٤ مـن الهـجرة الـنبوية عـلـىٰ صاحبهـا الـسـلام و التحية – ، الـمـوافق شهـر سبتمبر – ٢٠١٣ من ميلاد المسيح عليه الصلوٰة و التسليم– .

رَبَّنَا لاَ تُؤاخِذْنَا إنْ نَسِيْنَا أو أخْطَأنَا

﴿ تمَّت و بالخـير عـمَّـت ﴾

مصنف کی مطبوعہ کتب

کاش نوجوانوں کو معلوم ہوتا!

نوجوان ہی دراصل کسی معاشرے کا مستقبل اور گراں قدر سرمایہ ہوتے ہیں۔ وہ چاہیں تو اپنے حُسنِ عمل اور جذبۂ خیر و صلاح سے دنیا کو رشکِ فردوس بنادیں، اور چاہیں تو نمونۂ جہنم۔ ملاحظہ فرمائیں ایک چشم کشا اور انقلاب آفریں تحریر دل پذیر۔ صفحات: 48۔

یارسول اللہ! آپ سے محبت اور آپ پر درود کیوں؟

جدہ کے شیخ، محمد حسن بن عبید باحبیشی کی عقیدت و محبت کی خوشبوئیں لٹاتی، عظمتِ درود کے نغمات سناتی، اور عشق و اَدب کے آداب سکھاتی ایک ایمان اَفروز تحریر، جسے پڑھنا شروع کریں تو پڑھتے ہی چلے جائیں۔ صفحات: 80۔

اور مشکل آسان ہوگئی

کرب و اِنتشار کے بادل کیسے چھنٹیں؟ غم روزگار کا مداوا کیسے ہو؟، اور غیبی نصرت و فتح کا حصول کیوں کر ہو؟، فتح مشکلات اور کشف مہمات کے لیے ایک تیر بہدف تحریر۔ امام جلال الدین سیوطی کی نایاب کتاب 'الارج بعد الفرج' کا سلیس ترجمہ و تلخیص۔ پڑھیے اور اکتسابِ فیض و نور کیجیے۔ صفحات: 96۔

پیارے بیٹے

یہ شیخ المشایخ حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی کی نصیحتوں کا روح پرور مجموعہ ہے، جس میں انھوں نے زندگی کی بہت سی حقیقتوں کو بے نقاب کیا ہے۔ اور دنیا و آخرت سنوارنے کے

بہت سے زرّیں اصول بتائے ہیں۔اگران نصیحتوں کو رنگ عمل دے دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ فوز وفلاح ہمارے ہم رکاب نہ ہوجائے۔ صفحات:36۔

چالیس حدیثیں

بچے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور چمنستانِ ہستی کے رنگ برنگے پھول ہیں۔زندگی کے جس موڑ پر وہ کھڑے ہوتے ہیں وہ بڑا ہی نازک موڑ ہوتا ہے۔عادتیں وہیں سے بنتی اور بگڑتی ہیں۔اخلاقی تربیت کا یہ بے مثال تحفہ انھیں اسی لیے پیش کیا جارہا ہے تاکہ وہ قوم وملت کے لیے قیمتی سرمایہ بن سکیں۔ صفحات:96۔

وقت ہزار نعمت

وقت' ایک عظیم نعمت اور اللہ کی عطا کردہ بیش قیمت دولت ہے؛ لہٰذا وقت کو ضائع کرنا عمر گنوانے کے برابر ہے۔ ہر بڑے آدمی کی بڑائی اور مشہور شخصیات کی شہرت کا راز یہی وقت کی قدردانی ہے۔ وقت کی قدروقیمت کا اِحساس جگانے اور زندگی کو نظام الاوقات کا پابند بنادینے والی ایک منفرد کتاب۔ صفحات:184۔

مرنے کے بعد کیا بیتی؟

یہ کتاب پس اِنتقال خواب میں دیکھے جانے والوں کے کوائف و اَحوال پر مشتمل ایک منفرد المثال مجموعہ ہے۔ اِس کتاب کا ہر ہر واقعہ اور مرنے والوں کی ایک ایک بات' عبرت آموز ونصیحت خیز ہے۔ یہ واقعات جہاں ہمیں اپنی اِصلاح کی دعوت دیتے ہیں وہیں آخرت کی یاد بھی دلاتے ہیں۔ ہر گھر کی ضرورت۔ صفحات:264۔

موت کیا ہے؟

یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ اِس دنیا سے چل چلاؤ کے وقت مومن کن کن نعمتوں اور

انعامات سے بہرہ ور کیا جاتا ہے۔مرنا چوں کہ ہر ایک کو ہے اِس لیے یہ کتاب ہر کسی کے مطالعہ سے گزرنا چاہیے۔کائنات کی ہر چیز میں اِختلاف ہوسکتا ہے؛ مگر موت ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ صفحات:88۔

لختِ جگر کے لیے

یہ کتاب 'کوزے میں سمندر' کی جیتی جاگتی مثال ہے۔علامہ ابن جوزی نے اپنے بیٹے کو کچھ نصیحتیں کی ہیں جو دین و دنیا کی سعادت و برکات کو محیط ہیں۔انداز یوں ہے: بیٹے! 'سبحان اللہ و بحمدہٖ' پڑھنے والے کے لیے جنت میں ایک باغ لگادیا جاتا ہے،تو ذرا سوچو کہ وقت برباد کرنے والا کتنے بہشتی باغات کھو بیٹھتا ہے!۔ صفحات:48۔

برکات الترتیل

ترتیل وتجوید کے موضوع پر یوں تو بہت سی کتابیں دستیاب ہیں؛ مگر ایک ایسی کتاب جو ترتیل وقراءت کے تقریباً سارے گوشوں پر اطمینان بخش دلائل ومباحث لائے،اُس کے اَسرار ورموز کھول کر رکھ دے،اوراس کی جملہ پیچیدگیوں کا محققانہ حل پیش کرے، یہ خوبی 'برکات الترتیل' کی سطرسطر سے عیاں ہے۔ہر مسلمان کی ضرورت۔صفحات:216۔

انوارِ ساطعہ در بیانِ مولود وفاتحہ

عقائد ومعمولاتِ اہلسنّت خصوصاً میلاد وفاتحہ وغیرہ کے موضوع پر لکھی گئی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب۔یہ وہی کتاب ہے جس کے جواب میں رسوائے زمانہ کتاب 'براہین قاطعہ' وجود میں آئی۔اہل سنت وجماعت کے جملہ معمولات ومعتقدات پر اس سے جامع اور سہل کتاب ملنا مشکل ہے۔ہر سنی اسے ضرور زیرِ مطالعہ رکھے۔ صفحات:820۔

رسائل وکلیاتِ حسن

یہ دراصل برادرِ اعلیٰ حضرت،اُستاذِ زمن علامہ حسن رضا خان بریلوی کی قلمی کاوشوں کا

انسائیکلوپیڈیا ہے۔مولانا کی شعری ونثری خدمات کو بڑے سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے۔افروز قادری چریاکوٹی+ ثاقب رضا قادری۔ رسائل حسن:صفحات:786۔کلیاتِ حسن:450-

بستانُ العارفین

دین اِسلام کے اِعتدال وتوازن (Balance) کی سچی ترجمانی کرنے والی،اورعوام وخواص ہرایک کے لیے یکساں اِفادیت کی حامل ایک لاجواب کتاب۔ایک ایسے وقت میں جبکہ دین کی تعبیر وتشریح -اس کے مزاج وتعلیم کے خلاف-سختی وتنگی کے ساتھ کی جارہی ہو اور مسلمانوں کو ایک منظّم سازش کے تحت شریعت بیزاری اور تنفر دینی کے طوفانِ بدتمیزی کی طرف ڈھکیلا جارہا ہو، اِس قسم کے صالح لٹریچر اور سنجیدہ کتابوں کو فروغ دینے کی اہمیت واِفادیت صد آتشہ ہوجاتی ہے۔ہزار سال کے بعد شائع ہونے والا شاہکار۔صفحات:510-

-: اِن کے علاوہ مصنف کی یہ کتب بھی شائع ہوچکی ہیں :-

آئیں دیدارِ مصطفیٰ کرلیں۔ ترجمہ: محمد افروز قادری چریاکوٹی۔ پاکستان

تزکِ مرتضوی۔ تسہیل وتحقیق: محمد افروز قادری چریاکوٹی۔ پاکستان

شیعہ' آستین کے سانپ'۔(انگلش) تالیف: محمد افروز قادری چریاکوٹی۔کیپ ٹاؤن

اَربعین مالک بن دینار۔ جمع وترتیب: محمد افروز قادری چریاکوٹی۔ ناسک

تحفۂ رفاعیہ۔ تسہیل وتحقیق: محمد افروز قادری چریاکوٹی۔ ناسک

دولت بے زوال...۔ تسہیل وترتیب: محمد افروز قادری چریاکوٹی۔ ناسک

چار بڑے اقطاب۔ ترجمہ: محمد افروز قادری چریاکوٹی۔ ناسک

جامع ازہر کا فتویٰ۔ ترجمہ: محمد افروز قادری چریاکوٹی۔ ناسک

ملنے کا پتا: کمال بک ڈپو،نزد مدرسہ شمس العلوم،گھوسی مئو۔موبائل:09935465182

خلاصۂ بحث

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ صحیح بخاری میں موجود خودکشی والی روایت' امام زہری کے بلاغ یا مراسیل سے ہے، اور بلاغ و مرسلِ زہری کی حیثیت محدثین و محققین کی نگاہ میں کتنی ہے وہ آپ تفصیل سے اندرونِ کتاب ملاحظہ کرنے والے ہیں جس سے پورے طور پر یہ واضح ہوجائے گا کہ یہ روایت سنداً و متناً بالکل باطل و منکر ہے۔ مستزاد یہ کہ یہ اُصولِ ایمان کے بھی منافی ہے۔

ماننے والوں کے لیے اُمہات الکتب سے پیش کردہ حوالے بہت کافی ہیں اور جو لوگ شقاق و نفاق کے مرض میں مبتلا ہیں انہیں کوئی دلیل بھی مطمئن نہیں کرسکتی۔ لیکن اگر روشن آفتاب کی ضیابار کرنیں نادیدگی کا شکار ہوجائیں تو اس میں 'چشمہ آفتاب راچہ گناہ'!!!۔

اِنتہائی قلق کے ساتھ شکوہ کرنا پڑ رہا ہے کہ منکرین عظمت رسالت نے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اپنے عوام کو اِتنا جری اور گستاخ بنادیا ہے کہ وہ لوگ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی عظمت و شوکت پر زبانِ طعن دراز کرتے ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے کہ وہ اُمتی ہوکر اپنے ہی پیغمبر کے خلاف زبان کھول رہے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسی نامراد قوم ہو گی جس نے اپنے مذہبی پیشوا کی شان گھٹا کر اپنے جذبے کو تسکین فراہم کی ہو۔ خدا ایسے شقی القلب لوگوں کے شر سے اُمت کے پاک طینت افراد کو ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین۔